امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 3 رمضان المبارک 1435ھ بمطابق جولائی 2014ء شمارہ 5

انتخابات سے وابستہ امریکہ کی نہ پوری ہونے والی امیدیں

فتوحات کے کرشمے

عظیم فتوحات اور اہم کامیابیاں

قانون سازی کا معاملہ!

نائیجیریا میں مغرب کی دسیسہ کاریاں

ہمارے کام میں دیر کسی صورت قابل قبول نہیں کہ یہ مجاہدین کی زندگی کا مسئلہ ہے

کمیشن برائے امور صحت کے مرکزی ناظم مالیات سے گفتگو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایکسب عبد مال حرام فیتصدق منه فیقبل منه فیبارک له فیه ولایترکه خلف ظهره الاکان زاده الی النار ،ان اللہ لایمحوا السیی بالسیی ولکن یمحو السیی بالحسن ،ان لخبیث لایمحو الخبیث ۔(رواہ احمد)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ (کسی ناجائز طریقہ سے) حرام مال کمائے اوراس میں سے اللہ کے لئے صدقہ کرے تواس کا صدقہ قبول ہو، اوراس میں سے خرچ کرے تواس میں (من جانب اللہ) برکت ہو۔اورجو شخص حرام مال (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑکے جائے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کا توشہ ہوگا۔یقینا اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ گندگی گندگی کو نہیں دھو سکتی۔(مسند احمد)

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماھنامہ

شریعت

جلد 3 رمضان المبارک 1435ھ بمطابق جولائی 2014ء شمارہ 5

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیراعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

- ✓ انتخابات سے وابستہ امریکہ کی نہ پوری ہونے والی امیدیں
- ✓ کمیشن برائے امور صحت کے مرکزی ناظم مالیات سے گفتگو
- ✓ مولوی نور قاسم حیدری شہید
- ✓ امارت اسلامیہ کی سیاسی اور سفارتی کامیابی، امریکا کی شکست
- ✓ نائیجیریا میں مغرب کی دسیسہ کاریاں
- ✓ فتوحات کے کرشمے
- ✓ اوباما کا دورہ افغانستان
- ✓ چند بے پردہ بیبیاں !
- ✓ عظیم فتوحات اور اہم کامیابیاں
- ✓ استشراقیت اور جمہوریت
- ✓ خلافتِ راشدہ اور سیکولر جمہوریت
- ✓ افغانستان بری جگہ......
- ✓ اجنبی
- ✓ قانون سازی کا معاملہ !
- ✓ جنگی جرائم [جون]
- ✓ افغانستان گذشتہ مئی میں
- ✓ جون کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

رابطہ کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زرتعاون: 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30 ڈالر

بنگلہ دیش.........28 ڈالر

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

انتخابات سے وابستہ امریکہ کی نہ پوری ہونے والی امیدیں

مقبوضہ افغانستان میں غاصبوں کے سایے تلے مسند اقتدار تک رسائی کے لئے امیدواروں کے نام سے غاصب قوتوں کے چند وفادار کٹھ پتلی باہر سے تحمیل شدہ پراسس کو عملی کرنے ، فریب ، دھوکہ دہی اور دھاندلی کے ذریعے ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کو آزادانتخابات کہنا اوراس کے نتیجے میں ایک ایسی حکومت کا قیام جو افغان مظلوم مسلمان ملت کے لئے قابل قبول، امیدوں کوبرلانے والی اور مشکلات کو بروقت حل کرنے والی ہو، خواب خیال اور جنون کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

افغان ملت اپنے ملک میں امن اور عزت کی زندگی جیناچاہتی ہے۔ ملک کی آزادی، خود مختاری اور یہاں شرعی نظام کے نفاذ کے لئے لاکھوں فرزندان ملت نے جان ومال کی قربانیاں دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ شرعی نظام کے نفاذ، آزادی، خود مختاری اورامن وامان کی یہ خواہش اس وقت پوری ہوسکتی ہے جب تمام تر غاصب قوتیں یکسر افغانستان سے نکل جائیں اوران کاایک فرد بھی یہاں نہ رہے۔ اس لئے افغان یااسلامی دنیاکے کسی اور ملک سے تعلق رکھنے والا مبصر، تجزیہ نگار، صحافی اور کالم نگار کو یہ حقیقت نظر انداز نہیں کرنی چاہئے اور مالی مفادات یاکسی کو اپنی وفاداری کایقین دلانے کے لئے وہ کچھ نہیں کہناچاہئے جس کاحقیقت سے دور کاواسطہ نہ ہو۔

امریکہ جس کی تاریخ اپنے دوستوں اور کٹھ پتلیوں کے ساتھ بے وفائی اور غدر سے بھری پڑی ہے، صرف وہاں سرمایہ کاری کرتا ہے جہاں سے اسے اپنے مذموم مقاصد واہداف حاصل ہونے کی امید ہو۔ اسی امید پر کہ افغانستان سے فرار کے بعد یہاں ان کے کٹھ پتلی ادارے کی موجودگی سے ان کے اہداف پورے ہوتے رہیں گے امریکانے انتخابات کے نام پر اپنے حالیہ پراسس پر اخراجات بھی کئے، حمایت بھی کررہاہے اور باجود کھلے عام دھاندلیوں کے انہیں شفاف بھی کہتاہے۔

ہم امریکہ کے لئے ڈاکٹر عبداللہ یاڈاکٹر اشرف غنی احمد زئی میں سے کسی ایک کی وفاداری پر کسی قسم کاشک نہیں کرتے۔ جہاں تک ڈاکٹر عبداللہ کی بات توافغانستان پر امریکی حملہ سے قبل پنج شیر میں شمالی اتحاد کے جس گروہ نے چند ڈالروں کے عوض امریکہ کے ساتھ وطن فروشی کاسوداکیا تھاڈاکٹر عبداللہ اس گروہ کے سرکردہ افراد میں سے ایک تھا،اب جو شخص چند ڈالرز کے بدلے وطن فروشی جیسے گھناونے کام کے لئے تیار ہوتاہے توکیاوہ پورے ملک کی صدارت ملنے کے بدلے وطن وضمیر فروشی کے لئے تیارنہ ہوگا؟ یقیناہوگا۔ اورافغان نژاد امریکی اشرف غنی توہے ہی امریکی۔ جس نے اپنی زندگی کابڑاحصہ امریکہ میں گزاراہے، بیوی امریکی عیسائی ہے اوروہ خود آج بھی امریکہ کی بڑی یونیورسٹیوں میں استاد کے فرائض انجام دے رہاہے۔

الغرض! ڈاکٹر عبداللہ ہوتے یااشرف غنی، امریکہ کاخیال ہے کہ جس کٹھ پتلی ادارے کی سربراہی ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس ہوتوان کے مذموم مقاصد اوراہداف بخوبی پورے ہوتے رہیں گے۔ لیکن یہ امریکاکی بڑی خام خیالی ہے۔ افغان مجاہد ملت غاصب قوتوں اوران کے کٹھ پتلیوں کو ایک نظر سے دیکھتی ہے جن کٹھ پتلیوں کے تعاون سے بیرونی غاصبوں نے ہمارے ملک پر قبضہ کیا، تاریک راتوں میں ہمارے گھروں کے پاک حریم کو قدموں تلے روندا، لاکھوں افغانوں کوشہید، قیدی اوربے گھر کیا۔ افغان مجاہد ملت بیرونی غاصبوں کے جانے کے بعد ان کے غلاموں کوافغانستان پر ایک دن کی حکومت کی اجازت بھی نہیں دے گی۔ بیرونی افواج کا یہاں جانااور کٹھ پتلی حکومت کا گرناایک ساتھ ہوگاجس سے امریکاکی تمام ترامیدیں خاک میں مل جائیں گی۔ ان شاءاللہ۔

جی ہاں! امریکہ افغانستان سے فرار کے ساتھ ہی یہاں علاقائی، لسانی اور قومی تعصبات کو ہوادے کر افغانستان کو تقسیم کرناچاہتاہے، انتخابات کے نام پر حالیہ کھیل میں امریکہ کا یہ ہدف بظاہر کسی حدتک پوراہوتا دکھائی دیتاہے۔ ڈاکٹر عبداللہ کو جوہزاروں مسلمانوں کے قتل عام کرنے والے گروہ کے سرکردہ افراد میں سے ایک ہے اورافغانستان میں چند کاسہ لیسوں کے علاوہ پوری قوم جس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے پہلے انتخابی مرحلے میں سب سے آگے کیا، لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ اپنی حکومت بناسکے۔ توقصداًانتخابات کو دوسرے مرحلے میں لے جایا گیا، دوسرے مرحلے میں اشرف غنی کو عبداللہ سے آگے کرلیاگیاجس کی وجہ سے اقتدار اور جاہ پرست ڈاکٹر عبداللہ اوراس کی جماعت کا سامنے آنے والاردعمل یقینی تھا۔ ڈاکٹر عبداللہ اوراس کے حمایتیوں نے دھاندلی کے دعووں، بعض حکومتی اہلکاروں کے مستعفی ہونے کے مطالبہ اور مظاہروں سے آغاز کیااور بات اپنے مسلح افرادی قوت کے زور پر اپنے وجود اورالگ حکومت بنانے کی دھمکیوں تک جاپہنچی۔ اورجب اس سے بھی بات نہ بنی تو دونوں اطراف کے حمایتیوں نے ریڈیو، ٹیلی وژن اوراخبارات کے ذریعے علاقائی، لسانی اور قومی تعصبات پر لوگوں کو ابھارنے کی کوشش شروع کردی، یہاں تک کہ اس میں قوموں کی ہتک کی جسارت بھی کی گئی، ڈاکٹر عبداللہ قومی تعصب کو ابھارنے کے لئے خود بہت آگے چلاگیااور افغانستان کے ایک غیور، جری اورافغانستان کے لئے قابل فخر خدمات انجام دینے والی قوم کوناز یباالفاظ کے ساتھ یاد کیا۔ جس کے نتیجہ میں اشرف غنی کے چند حامیوں نے بھی ان کے بارے میں نامناسب الفاظ استعمال کئے

ہم جانتے ہیں کہ تعصبات کو ابھار کر ملک کو ٹکڑے کرنے کے لئے یہ سب کچھ ایک پلان کے مطابق کیا جارہاہے لیکن ملک وملت کے دشمن اپنے اس مذموم پلان میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوپائیں گے۔ اس لئے کہ ملک میں تعصبات کی آگ کو بھڑکانے والے فرزندان ملت کے ان قاتلوں، دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والے ضمیروطن فروشوں کو افغان قوم کبھی بھی اپنے نمائندے تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی کریں گے۔ اس ملت کے فرزند جس زبان میں بھی بولتے ہیں وہ افغانی ہیں اوراپنے آپ کو ایک افغان ملت سمجھتے ہیں، ایک ہی افغانستان میں ساتھ رہناچاہتے ہیں اور کسی کو بھی ملک کی پشت پر تقسیم کی چھری پھیرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

ہمارے کام میں دیر کسی صورت قابل قبول نہیں کہ یہ مجاہدین کی زندگی کا مسئلہ ہے

کمیشن برائے امور صحت کے مرکزی ناظم مالیات مولوی شرف الدین سے گفتگو

محترم قارئین!

امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں سے ایک اہم حصہ صحت کمیشن ہے۔ یہ کمیشن امور صحت کے متعلق خدمات انجام دیتا ہے۔ جہاد کے زخمیوں کے معالجے کے علاوہ مریض قیدیوں اور مفلوج اور معذور افراد کے لیے صحت کے حوالے سے خدمات اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صحت کے شعبے میں لوگوں کے لیے طبی پروگرامات کا انعقاد بھی اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حالیہ جہادی سلسلہ کا ایک بہت دردناک پہلو زخمی مجاہدین کی حالت ہے جو مقدس جہاد کے میدان میں زخمی ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ زمان اور مکان کے حوالے سے سخت اور تنگ حالات کی وجہ سے ایسی سہولیات میسر نہیں ہیں کہ زخمیوں کا کماحقہ علاج اور خدمت ہو سکے۔ زخمیوں کو ہسپتال اور ڈاکٹر تک پہنچانے میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دوسری جانب وسائل اور طبی سہولیات کی کمی اور امتحانی حالات اس کا باعث بن جاتے ہیں کہ جس کی وجہ سے زخمی مجاہدین کو انتہائی سخت تکالیف سے گذرنا پڑتا ہے۔ مگر ان تمام کوششوں کے باوجود اللہ تعالی کے فضل سے امارت اسلامیہ افغانستان نے اپنی کوششوں کے نتیجے میں صحت کے حوالے سے ایسا نظام مرتب کیا ہے تاکہ زخمی مجاہدین کی خدمت ہو سکے۔ ان کی زندگیوں کی حفاظت ہو سکے۔ ان کے زخموں کی مرہم پٹی ہو اور اپنی بساط کے مطابق ان سے ہر طرح کا تعاون اور ان کی طبی معاونت کی جائے۔

صحت کمیشن کی بنیاد اور ضرورت کے حوالے سے معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے اس بار کمیشن برائے امور صحت کے سربراہ مولوی شرف الدین صاحب سے گفتگو کی گئی ہے جو قارئین کے نذر ہے۔

محترم مولوی صاحب! سب سے پہلے اپنا تعارف کرائیں اور اپنی ذمہ داریوں کے متعلق معلومات دیں؟

جواب: میرا نام شرف الدین ہے۔ صوبہ جوزجان سے میرا بنیادی تعلق ہے اور کمیشن برائے امور صحت میں کام کرتا ہوں۔

سوال: صحت کمیشن کے متعلق کچھ معلومات اگر ہمارے ساتھ شریک کریں کہ اس کمیشن میں کون سی تشکیلات اور انتظامی شعبے شامل ہیں؟

جواب: یہ کمیشن صحت کے امور میں امارت اسلامیہ کا ذمہ دار کمیشن ہے۔ جو بنیادی طور پر چار حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک انتظامی شعبہ ہے جبکہ بقایا تین شعبے زخمیوں کے علاج معالجے کے لیے کام کرتے ہیں۔ اسی طرح صحت کمیشن کے پورے افغانستان میں ہر صوبے کی سطح پر متعین نمائندے اور نگران موجود ہیں۔ جو صوبے میں کمیشن کے کام کی نگرانی اور اور کمیشن کی نمائندگی کرتے ہیں۔

سوال: آپ نے صحت کمیشن کی مختلف ذمہ داریوں کی جانب اشارہ کیا۔ سب سے پہلے زخمیوں کے علاج حوالے سے کچھ بتائیں کہ اس شعبے میں آپ لوگوں کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔

جواب: آپ بہتر جانتے ہیں کہ گذشتہ تیرہ سالوں سے ہمارے ملک میں امریکا اور دیگر مغربی جارحیت پسندوں کے خلاف مقدس جہاد جاری ہے۔ اس جنگ میں جس طرح دشمن کو شدید نقصان اٹھانے پڑتے ہیں ہمارے مجاہدین بھی شہید اور زخمی ہوتے ہیں۔ جہاد کے دوران زخمی ہونے والے انہیں لوگوں کا علاج ہی ہمارے کام کا مرکزی حصہ ہے۔ اس مقصد کے لیے ہم نے مختلف صوبوں میں ابتدائی طبی امداد مہیا کرنے کے لیے لوگوں کی تربیت کی ہے اور ان کی باقاعدہ یہ ذمہ داری ہے۔

جہادی علاقوں میں موجود عام کلینکوں کو بھی مفاہمت کے ذریعے اس بات پر قائل کیا ہے کہ اپنی بساط کی حد تک زخمی مجاہدین کی خدمت کریں۔ اس ہنگامی علاج کے علاوہ شدید زخمیوں کے لیے یا وہ زخمی جن کی ہڈی ٹوٹ جائے یا کوئی عضو کٹ جائے ان کے لیے بنیادی علاج کے وسائل بھی مہیا کیے گئے۔

اس حوالے سے ہم نے پورے افغانستان کے زخمیوں اور معالجے کے لیے وسائل مہیا کیے ہیں۔ اور اللہ تعالی کا شکر ہے کہ تمام مشکلات کے باوجود اپنی کوششوں میں اب تک ہم کامیاب ہیں اور اب تک ہم اس کوشش میں کامیاب ہیں کہ بہت اچھے طریقے سے تمام زخمی مجاہدین کا علاج کریں۔

جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین چاہے وہ جیسے بھی زخمی ہوں اور جتنے بھی مصارف آئیں ہم ان کا علاج کرتے ہیں۔ ہم ایک زخمی کا علاج اس وقت تک کرتے ہیں جب تک وہ پوری طرح صحت یاب نہ ہو جائے۔ جن مجاہدین کے اعضاء ہاتھ، پاوں یا آنکھ وغیرہ جنگ میں کام آئے ہم ان کے لیے مصنوعی اعضاء کا انتظام کرتے ہیں۔ اسی طرح دشمن کی قید سے جو قیدی مجاہدین رہا ہوتے ہیں ان کا علاج بھی ہم کرتے ہیں۔

سوال: آپ نے زخمیوں کے علاج کی بات کی۔ افغانستان کی جنگ تو ایک بڑی اور وسیع جنگ ہے اور تقریبا پورے افغانستان میں جاری ہے۔ اس لحاظ سے اس کے زخمیوں کی تعداد بھی زیادہ ہو گی۔ اور زخمی مجاہدین کے علاج کا کوئی اور مرجع ذریعہ بھی نہیں تو اس حوالے سے آپ اپنا کام کیسے مکمل کرتے ہیں یا اتنے مالی وسائل کہاں سے مہیا کرتے ہیں۔

جواب: جیسا کے آپ نے اس جانب اشارہ کیا کہ ہمارا کام واقعی بہت حساس اور بھاری ہے۔ دوسرے کاموں میں تاخیر یا تعطل ہو جائے تو اس کا امکان ہے مگر ہمارے کام میں تعطل یا دیر کسی صورت قابل قبول نہیں کیوں کہ یہ مجاہدین کی زندگی کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ اور جس طرح سے بھی ممکن ہو ہماری اول و آخری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ایک مجاہد کی زندگی بچ جائے۔

اسی لیے امارت اسلامیہ ہر کام کے بنسبت اس کام کو ترجیحی بنیادوں پر توجہ دیتی ہے۔ جتنے بھی مالی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے سب سے پہلے ہماری ہی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ تاکہ خدانہ کرے کوئی زخمی کسی خطرے کا شکار نہ ہو جائے۔ آپ جانتے ہیں آج کل ادویات بہت مہنگی ہوئی ہیں۔ ایسے حالات میں جب ہمیں کوئی چھوٹی سے چھوٹی دوا بھی مفت نہیں ملتی زخمیوں کی مرہم پٹی، آپریشن، مصنوعی اعضاء اور علاج کے متعلق تمام اشیاء یہ سب کچھ پیسوں سے کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے مالی مصارف بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور یہ ایسی ضرورت ہے جسے فوری پور طور پر ادا ہونا چاہیے۔ اسی لیے امارت اسلامیہ اپنے سارے وسائل اور ساری کوششیں بروئے کار لاتے ہوئے زخمیوں کے علاج کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتی ہے۔ اس حوالے سے اہل خیر مسلمان بھی ہم سے تعاون کرتے ہیں مگر ہمارا کام انتہائی ہنگامی اور ضروری ہے۔ اس میں ضروریات بہت زیادہ ہوتی ہیں جو لوگ امارت اسلامیہ سے تعاون کر سکتے ہیں انہیں تعاون سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں اس ہنگامی ضرورت کا احساس کرنا چاہیے۔ مجاہدین کی مشکلات سے خود کو باخبر رکھنا چاہیے اور اپنے تعاون سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: زخمیوں کے علاج معالجے کے علاوہ آپ نے ابتدائی طبی امداد کی تربیت کی بات کی اس حوالے سے کچھ معلومات فراہم کریں۔

جواب: جی ہاں! صحت کمیشن کے دو تربیتی مراکز ہیں۔ جس میں ہر چار ماہی دورے میں 60 کے قریب طبی کارکنوں کو پیشہ ور ماہرین اور ڈاکٹروں کی جانب سے تربیت دی جاتی ہے اور پھر خدمت کے لیے انہیں معاشرے میں بھیجا جاتا ہے۔

پہلے ہم مختلف صوبوں کے جہادی ذمہ داروں سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے وہ مجاہدین جنہیں وہ طبی تربیت کے لیے مناسب سمجھیں اور وہ اپنے محاذ پر خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ انہیں ہم تک پہنچادیں تاکہ ہم ان کی طبی تربیت کریں۔

پہلی مرتبہ جو لوگ تربیت حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس آتے ہیں ہم پہلے ان سے ایک امتحان لیتے ہیں۔ تاکہ ان کے استعدادوں کا پتہ چلے۔ اس ابتدائی ٹیسٹ میں کامیابی کے بعد اسے اس تربیتی دورے میں لیا جاتا ہے۔ جس میں اساتذہ کی جانب سے انہیں ان ضروری امور کی تربیت دی جاتی ہے جہادی محاذوں پر جس کی ضرورت پڑتی ہے۔

زخمیوں کی ابتدائی طبی امداد، خون روکنا، ٹانکے لگانا، اسی طرح اندرونی امراض کے علاج کے متعلق ضروری تربیت دی جاتی ہے۔ چار ماہ بعد ان سے امتحان لیا جاتا ہے۔ اور کامیاب افراد کو اسناد دی جاتی ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں کی خواہش ہوتی ہے تو کمیشن سے متعلق میڈیکل کلینکوں یا زخمیوں کی خدمت کے لیے کسی خاص مقام پر خدمت کرنے کا موقع بھی دیا جاتا ہے۔

ہم جن لوگوں کو تربیت دیتے ہیں ان میں سے اکثر جہادی محاذوں پر جاتے ہیں۔ ان کی جانب سے مجاہدین کی خدمت انتہائی قابل قدر ہے۔ البتہ ایسے بہت سے افراد جو جہادی محاذوں پر نہیں جاتے اور اپنے علاقے ایک طبی کارکن کی حیثیت لوگوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ان کا کام بھی ہماری کامیابی ہے۔ کیوں کہ ہمارے ملک میں طبی کارکنوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ہمارے عوام کو ایسے لوگوں کی اشد ضرورت ہے۔ اپنے مسلمان عوام کی خدمت کے لیے یہ ہماری ایک کامیابی ہے کہ ہم انہیں طبی کارکن مہیا کریں۔

سوال: امریکی، یورپی اور امریکیوں کی جانب منتخب کردہ افغان حکومت کا دعوی ہے کہ انہیں انسانی حقوق کے اقدار کا احساس ہے۔ انہوں نے انسانی حقوق کے تحفظ اور متاثرین کے دفاع کے لیے جنیوا معاہدے کے جیسے معاہدے کو تسلیم کیا ہے اور اس پر دستخط کیے ہیں۔ آپ کا کام ہی چونکہ زخمیوں کی منتقلی اور علاج ہے اور حالات سب آپ کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ کیا واقعتاً یہ لوگ اپنے دعووں میں سچے ہیں اور واقعی جنگ کے متاثرین کے حقوق انہیں رسمی طور پر معلوم ہیں۔

جواب: دوسرے دعووں کی طرح مغربی جارحیت پسندوں کا یہ دعوی بھی جھوٹا ہے۔ انسانی حقوق اور انسانی اصول یہ لوگ صرف اپنے لیے جانتے اور مانتے ہیں۔ اپنے علاوہ کسی کو بھی یہ لوگ انسان نہیں سمجھتے۔ زخمیوں کا علاج کرنے کی بجائے یہ لوگ انہیں جیلوں میں ڈالدیتے ہیں تاکہ ان کے زخم اور خراب ہو جائیں اور ان کے اعضاء ٹھیک طرح سے واپس نہ جڑ سکیں۔ ایسا بھی کئی مرتبہ ہوا ہے کہ زخمیوں کو انتہائی ظلم سے شہید کردیا گیا۔

ان کے انہیں مظالم اور قساوت قلبی کے باعث زخمیوں کو بہت دردناک صورتحال کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ فاصلہ جو ایک زخمی ایک دن میں طے کرکے اپنے علاج کے لیے پہنچ سکتا ہے۔ سخت اور خطرناک حالات میں پہاڑی راستوں میں یہ فاصلہ 7،8 میں طے کرنے پڑتے ہیں۔ ایسے حالات میں جب مجاہدین کے پاس ایمبولینس اور گاڑیوں کی سہولت نہیں ہے۔ مجاہدین اپنے زخمیوں کو پیٹھ پر لاد کر یا کسی جانور پر باندھ کر منتقل کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اکثر زخمیوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑجاتا ہے۔ یہاں تک کہ زخمی انہیں طویل راستوں پر خون ضائع ہونے کی وجہ سے راستے ہی میں دم توڑ دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ کبھی کبھی میدان جنگ میں ایک مجاہد زخمی ہوجاتا ہے مگر علاج کے لیے اپنے علاقے سے اس لیے اسے منتقل نہیں کیا جاسکتا کہ راستے میں دشمن موجود ہوتا ہے جو اسے تازہ زخم دیکھ کر پہچان جائے گا۔

اس لیے مجاہد اپنے علاقے میں کچھ عرصہ رہتا ہے تاکہ زخم کچھ ٹھیک ہوجائیں ایسے میں ابتدائی طبی اور دیسی طریقے سے علاج کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے حالات میں جب زخمی اپنے زخم ڈاکٹر یا معالج کو دکھاتا ہے تو بہت مرتبہ ٹوٹی ہوئی ہڈی غلط جڑ گئی ہوتی ہے۔ جس سے ان کی دائمی معذوری کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ تب ڈاکٹر کو مجبوراً ان کے غلط جڑے ہوئے اعضاء توڑ کر پھر سے جوڑنے پڑتے ہیں۔ اس طرح زخمی پر تکلیف نئے سرے سے آجاتی ہے۔ اور ایک زخم کی وجہ سے اسے دو مرتبہ تکلیف سے گذرنا پڑجاتا ہے۔

یہ اور اس طرح کی دیگر مشکلات ہیں جو ہمارے زخمیوں کے ساتھ دشمن کے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ ان کی ظاہری باتوں اور پروپیگنڈوں پر نہیں جانا چاہیے۔ ہم وطنوں کو اگر ان کا اصلی چہرہ دیکھنا ہے تو ان کے ایسے شقاوت کے واقعات کا جائزہ لیں۔

سوال: ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ دشمن کی جانب سے جنگ میں زہریلے اور کیمیائی اسلحوں کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ نے زخمیوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے اس طرح کے اثرات آپ نے ان میں دیکھے ہیں؟

> اسی طرح عالمی اداروں، انسانی حقوق کی تنظیموں کے لیے پیغام یہ ہے کہ انسانی حقوق اور انسانیت کے حوالے ان کے جو نعرے ہیں یا جو انہوں نے اصول وضع کیے ہیں اس پر اس طرح سے عمل کیا جائے جیسا کہ ان کے طے شدہ اصول اور انسانیت کی خدمت کا تقاضا ہے۔ بلاامتیاز زخمیوں سے تعاون کریں۔ یعنی کسی کے دباو اور اثر سے آزاد ہوکر۔ افغانستان کے مظلوم عوام سے ہمہ پہلو تعاون کریں۔ خصوصاً زخمیوں اور معذوروں کا علاج۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں کے زیر کمان کام کرنے کا سیاہ دھبا اپنی تمام تنظیموں اور اداروں کے چہروں سے مٹادیں۔

جواب: جی ہاں! ایسے برے اثرات ہم نے بارہا زخمیوں میں دیکھے ہیں جس کا باعث ڈاکٹروں کے مطابق دشمن کی جانب سے جنگ میں زہریلے مواد کا استعمال ہے۔ مثلاً ایک شکایت بعض زخمیوں کے ساتھ یہ ہوتی ہے کہ زخمی ہونے کے بعد انہیں جلد کی بیماری لاحق ہوجاتی ہے جس کا بعد میں علاج نہیں ہوتا۔ ڈاکٹروں کے مطابق اس کا سبب دشمن کا استعمال ہونے والا اسلحہ ہے۔ ایسے بھی کچھ واقعات ہوئے ہیں کہ گولی یا بم کے پرزے لگنے کے بعد زخمی کا جسم ٹھیک نہیں ہوتا۔ کچھ عرصہ کے لیے زخم مندمل ہوجاتے ہیں مگر پھر سے سڑ جاتے ہیں۔ ایسے واقعات اگرچہ بہت کم ہیں مگر قابل تشویش ہیں۔ جس کی تحقیق ہونی چاہیے اور دشمن کے اس جنگی جرم کی تحقیقات ہونی چاہئیں۔

سوال: اپنے مسلمان بھائیوں، عالمی خیراتی اداروں اور وہ جنہیں انسانی حقوق کی دفاع کا دعوی ہے ان کے لیے آپ کا پیغام کیا ہے؟

جواب: اپنے مسلمان اور مومن افغان عوام کے لیے پیغام یہ ہے کہ وہ زخمی بھائی جن کا علاج امارت اسلامیہ کا صحت کمیشن کررہا ہے وہ فداکار نوجوان ہیں جنہوں نے اپنی صحت، اعضاء اور ساری زندگی اسلام کی خدمت کے لیے وقف کردیا ہے۔ اسلام میں سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی اور ایک جسد کی طرح ہیں۔ ہر مسلمان کا درد دوسرے مسلمان کو محسوس کرنا چاہیے۔ ایسے زخمیوں کا درد ہر مسلمان کو اپنا درد سمجھنا چاہیے۔ ان کی مشکلات سے خود کو باخبر رکھے اور ہر جگہ ہر وقت ان سے تعاون اور ہمدردی رکھیں۔ زخمیوں کے علاج، خدمت اور ان کی زندگیوں کی حفاظت اور سہولت کے شعبے میں جتنا ہوسکے تعاون سے گریز نہ کریں۔ کیوں کہ یہ اسلام کے ان بہادر سپوتوں کا ہر مسلمان پر حق ہے۔

اسی طرح عالمی اداروں، انسانی حقوق کی تنظیموں کے لیے پیغام یہ ہے کہ انسانی حقوق اور انسانیت کے حوالے ان کے جو نعرے ہیں یا جو انہوں نے اصول وضع کیے ہیں اس پر اس طرح سے عمل کیا جائے جیسا کہ ان کے طے شدہ اصول اور انسانیت کی خدمت کا تقاضا ہے۔ بلاامتیاز زخمیوں سے تعاون کریں۔ یعنی کسی کے دباو اور اثر سے آزاد ہوکر۔ افغانستان کے مظلوم عوام سے ہمہ پہلو تعاون کریں۔ خصوصاً زخمیوں اور معذوروں کا علاج۔ امریکا اور اس کے اتحادیوں کے زیر کمان کام کرنے کا سیاہ دھبا اپنی تمام تنظیموں اور اداروں کے چہروں سے مٹادیں۔

سوال: آخر میں وہ خاندان جنہوں نے اپنی اولاد دین جہاد کی راہ میں زخمی یا معذور کرادیں آپ انہیں کیا پیغام دیں گے؟

جواب: وہ خاندان اور مومن بھائی جن کے رشتہ دار اللہ کے دین کی حفاظت کے لیے قربان، زخمی یا معذور ہوگئے ہم انہیں اس بڑے اعزاز کے حصول اور اتنی بڑی قربانی پر مبارکباد دیتے ہیں کیوں کہ انہوں نے اصلی وراثت پائی ہے کہ دین کی خاطر زخمی ہوئے ہیں۔ کیوں کہ ہمارے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی دین کی خاطر زخمی ہوئے ہیں۔ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں ہمارے لیے مثالیں موجود ہیں کہ صحابہ کرام نے ان جنگوں میں دین کی خاطر زخم اٹھائے۔ یہ مقام ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس قربانی کی قدر و منزلت صرف اللہ تعالی کے علم میں ہے اور اس کا حقیقی بدلہ بھی اللہ تعالی ہی عطا فرمائے گا۔ کسی اور کے بس میں یہ نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ کا صحت کمیشن اس معاملے میں ایک ذمہ دار کمیشن کی حیثیت سے ان کی خدمت کو اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے۔ بار بار ان کی طبی خدمت کی ہے اور آئندہ کے لیے بھی پوری طرح سے تیار ہیں۔

زخمیوں کے ورثاء کے لیے ہمارا پیغام ہے کہ وہ بھی اپنے محتاج اور معذور رشتہ داروں کی خدمت سے بیزار نہ ہوں۔ اپنے محتاج رشتہ داروں کا بہت خیال رکھیں۔ اللہ تعالی کے فیصلے پر راضی رہیں اور اپنے زخمی بھائیوں کو جنہوں نے اسلام اور قرآن پر غیرت کرتے ہوئے اپنے اعضاء کی قربانی دی انہیں مایوس نہ کریں۔ اور اللہ تعالی کی رضاء کے حصول کی خاطر اس کا دل رکھیں اور اسے حوصلہ دیں۔

★★★

عبدالرؤف حکمت

مولوی نور قاسم حیدری شہید

حیات اور کارناموں پر ایک نظر

۱۳۹۳ ھ ش سال کے مہینے حمل کے ۱۸ کو ذرائع ابلاغ نے بتایا کہ صوبہ کنڑ ضلع شینگل میں اسی صوبے کے طالبان کے عسکری امور کے ذمہ دار اور گورنر امریکی ڈرون طیاروں کے حملے میں شہید ہو گئے۔

معمول کے مطابق مولوی نور قاسم حیدری کی شہادت کی خبر روزانہ کی عام خبروں کی طرح میڈیا پر نشر ہوئی۔ مگر اس مجاہد کی شہادت معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اسی روز دراصل خوست کے مومن عوام اپنے ایک بہادر سپوت سے محروم ہو گئے۔

جی ہاں مولوی نور قاسم وہ مجاہد تھے جو قحط الرجال کے اس دور میں نہ صرف میدان جہاد میں ایک ناقابل شکست، بہادر اور مخلص رہنما کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے بلکہ اپنے ساتھی مجاہدین کے درمیان مقامی سطح پر وہ ایک موقف رکھنے والے سمجھدار رہنما تھے۔ ان کی شہادت پر بہت سے دل رنجیدہ ہو گئے۔

آیئے کچھ دیر نامور مجاہد کی حیات، کارناموں اور شخصیت کی یادیں تازہ کریں

پیدائش اور تعلیم:

نور قاسم حیدری حاجی محسن کے بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش 1352 ہجری شمسی سال کو افغانستان کے صوبہ خوست ضلع صبری کے گاؤں "نیک نام" میں ایک دیندار خاندان میں ہوئی۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم بچپن میں اپنے علاقے میں امام مسجد سے حاصل کی۔ کمیونسٹ انقلاب کے بعد ہجرت کے دوران پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں مختلف مدارس میں دینی تعلیم کا حصول جاری رکھا۔ انہوں نے اپنی باقاعدہ تعلیم کوہاٹ میں شروع کی۔ اس کے بعد ہنگو کے مضافات میں واقع" درسمند" کے علاقے میں مدرسہ رحمانیہ، میرانشاہ منبع العلوم، خوست مدرسہ منبع الجہاد، وزیرستان مدرسہ ریاض العلوم ،ہنگو کاہی کے علاقے میں مدرسہ سراج العلوم اور افغانستان اور پاکستان کے دیگر مدارس میں دینی تعلیم جاری رکھی۔ یہاں تک کہ دینی علوم کی فراغت کی سند آپ نے 1376 ہجری شمسی سال ہنگو کے مضافاتی علاقے زرگری میں واقع مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں مشہور مدرس شیخ بہرہ مند صاحب سے حاصل کی۔

مولوی نور قاسم حیدری صاحب نے اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی جہادی سلسلہ بھی جاری رکھا۔ سال کے دوران وہ کچھ عرصہ محاذ پر اور کچھ عرصہ مدارس میں رہے۔ دینی علوم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ خوست ضلع صبری کے علاقے مچی میں مدرسہ شمس العلوم میں مہتمم اور مدرس کی حیثیت ذمہ داری نبھاتے رہے۔ اس مدرسے کا سنگ بنیاد انہوں نے 1371 ہجری شمسی سال کو رکھا۔ جو اب تک فعال ہے اور حیدری شہید صاحب کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ یہاں طالبان علوم نبوت دینی علوم حاصل کے لیے اب بھی آتے ہیں۔

کمیونزم کے خلاف جہاد:

مولوی نور قاسم حیدری صورت اور سیرت ہر لحاظ سے جہادی اور مزاحمتی زندگی کی ایک مجسم تصویر تھے۔ ان میں راہ اسلام کے ایک سرفروش مجاہد کی تمام خصوصیات موجود تھیں۔ گویا اللہ تعالی نے انہیں صرف اپنے دین کے دفاع اور کفر کے مقابلے میں لڑنے کے لیے پیدا کیا تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنی ساری زندگی جہاد کے لیے وقف کر دی تھی۔ ان کی گفتگو، سوچ اور ہر اقدام جہاد کے حوالے سے ہوتا تھا۔ وہ بچپن ہی میں سوویت یونین اور ان کے کمیونسٹ کٹھ پتلیوں کے خلاف لڑے۔ عین جوانی کے دور میں شر اور فتنے کے خلاف جہادی محاذوں کی حفاظت اور نسبتا ادھیڑ عمر میں امریکی طاغوت کے خلاف مسلح جہادی محاذ اس وقت تک گرم رکھا جب تک انہوں نے شہادت کا جام نوش فرمایا۔

حضرت شہید رحمہ اللہ کی جہادی زندگی، بہادری اور کارناموں کی داستان بہت طویل ہے۔ یہاں ہم مختصر الفاظ میں ان کی خدمات کی جانب اشارہ کریں گے

سوویت یونین کے کے سرخ لشکروں کا ہجوم جب افغانستان پر ٹوٹ پڑا تو ہزاروں کی تعداد میں مسلح روسی فوج خوست میں تعنیات کی گئی تھی۔ اس وقت جب صوبہ خوست اسلام اور کمیونسٹ کفر کے درمیان گرم معرکے کا میدان کارزار بناہوا تھااور روسیوں کی کثرت کی وجہ سے اسے دوسرے ماسکو کا نام دیا جارہا تھا اس وقت نور قاسم حیدری ابھی بہت کم عمر تھے انہوں نے صوبہ خوست میں باک، علیشیرو، حاجی میدان، یعقوبی، ژورہ اور تورہ غاڑہ کے علاقوں میں کمیونزم کے خلاف جہادی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ وہ بچپن ہی میں گولیوں کی بارش، اسکڈ میزائلوں کے دھماکوں اور روسی میگ اور برگیو کی بمباریوں کے عادی ہوگئے تھے۔ وہ اسی میں پل کر بڑے ہوئے تھے۔ وہ خوست کے علاقے بڑی میں زخمی ہوگئے اس طرح اللہ کی راہ میں خون بہانے کا ذائقہ بھی انہوں نے چک لیا۔ کفری لشکر سے آمنے سامنے لڑنے اور کمیونزم کی چیک پوسٹوں پر چڑھ دوڑنے کا عملی تجربہ انہوں نے کیا۔ خوست کی فتح کے بعد کمیونزم کا تصفیہ کرنے کے لیے دیگر مجاہدین کے ساتھ پکتیا کے مرکز گردیز چلے گئے۔ ستوکنڈو، مچلغو اور گردیز شہر کے مضافات میں دیگر علاقوں میں کمیونسٹوں کے خلاف سخت جنگ اور معرکوں کے میں حصہ لیااور اس وقت تک جہاد کو جاری رکھا جب تک کہ کمیونسٹ حکومت کا خاتمہ ہوگیا

تنظیمی دورے کے اواخر میں مولوی عبدالحکیم شرعی صاحب کی قیادت میں خوست میں نظم وضبط کے قیام اور فساد کے خاتمے کے لیے جو تشکیلات فعال کی گئیں ان میں مولوی حیدری صاحب بھی شریک رہے۔ انہوں نے عام لوگوں کے مال وجان کی حفاظت کے لیے بڑی خدمات انجام دیں۔

اسلامی تحریک طالبان میں خدمت:

1373 هجری شمسی سال کو جب تحریک اسلامی طالبان کا قندہار میں ظہور ہوا مولوی نور قاسم حیدری جو اس وقت دینی تعلیم کے حصول میں مصروف تھے صوبہ خوست کے کچھ طلباء کے ہمراہ قندہار گئے۔ اور تحریک کے ابتدائی مراحل ہی میں تحریک میں شامل ہوگئے۔ وہ ملا بورجان شہید، ملا مشر شہید اور اسلامی تحریک کے دیگر رہنماوں کے ساتھ غزنی اور میدان وردگ سے دشمن کا صفایا کرنے میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ طالبان کی تحریک خوست تک پہنچ گئی۔ اس وقت جب طالبان کی جنگی صف کابل چہاراسیاب میں تھی۔ مولوی نور قاسم خوست سے تعلق رکھنے والے 70 طالبان کے ساتھ اس وقت چہاراسیاب پہنچے۔ یہ لوگ اس وقت چہاراسیاب پہنچے جب انہیں دنوں طالبان ہمزنگ اور کارتہ سیاہ کے علاقے حزب وحدت سے خالی کراچکے تھے۔ مولوی نور قاسم کابل شہر کے جنوب مغرب میں انہیں علاقوں میں داخل ہوگئے۔ بعد میں انہیں علاقوں میں احمد شاہ مسعود نے طالبان پر اچانک حملہ کردیا سخت جنگ کے بعد مولوی نور قاسم صاحب زخمی ہوگئے۔

اسی وقت کے ان کے ایک رفیق کا کہنا ہے: طالبان اور احمد شاہ مسعود کے آدمیوں میں اس سے قبل کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی، ایک دوسرے کے بہت قریب رہتے تھے۔ سہ پہر کا وقت تھا جب احمد شاہ مسعود نے اچانک حملہ کردیا۔ یہیں سے جنگ کا آغاز ہوگیا۔ ہم سڑک کے ایک جانب تھے اور دشمن دوسری جانب 6،5 میٹر کے فاصلے پر۔ تھوڑی دیر جنگ کے بعد میں زخمی ہوگیا۔ میں نے مولوی حیدری سے کہاہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے انتہائی اطمینان سے کہاچپکے سے کہیں آرام سے بیٹھ جاومیں دشمن پر حملے کروں گاجب تک راستہ خالی نہ ہوجائے۔ ان کے پاس راکٹ لانچر تھا۔ انہوں نے دشمن پر مسلسل حملے کیے جس میں دشمن کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس جنگ کے دوران ایک ساتھی نے مولوی صاحب سے کہا قریبی عمارت میں دشمن کے آدمی بیٹھے ہوئے ہیں جن کے پاس 62 مشین گن ہے۔ آپ سر نہ اٹھائیں کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچادیں۔ مولوی حیدری نے لانچر میں راکٹ کا گولہ فٹ کیا اور کہا میں پہل کردوں گا۔ مگر جیسے ہی انہوں نے فائر کرنے کے لیے سر اٹھایا اکٹ کے فائر سے قبل مقابل جانب سے 62 مشین گن کی فائرنگ ہوگئی۔ جس سے ایک بڑا دھماکا ہوا۔ مولوی حیدری صاحب کے سر پر پرزے لگ گئے اور وہ موقع پر ہی بے ہوش ہوگئے انہیں جب ہوش آیا تو باوجود اس کے کہ وہ شدید زخمی تھے پھر بھی ہمارے ساتھ چہار آسیاب کی جانب چلنے لگے۔ اس وقت طالبان کابل کے مغرب کی جانب واپس انخلاء کرنے والے تھے۔ ہم چہار آسیاب پہنچ گئے۔ اور چونکہ مولوی صاحب شدید زخمی تھے اس لیے ہم نے انہیں خوست پہنچادیا۔ خوست کے ہسپتال میں ڈاکٹروں نے ان کا ایکسرے کرنے کے بعد جب ان کے سر کا زخم دیکھا تو حیران رہ گئے کہ وہ زندہ کیسے ہیں۔ حالانکہ ان کی سر کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور پرزے ان کے دماغ میں پیوست ہوگئے تھے۔ ڈاکٹروں نے کہا اس کا علاج ہمارے بس کا نہیں۔ اس کے بچنے کے امکانات

بھی بہت کم ہیں۔ ڈاکٹروں کی جانب سے جواب ملنے کے بعد ہم نے انہیں پشاور پہنچادیا۔ وہاں بھی جب ڈاکٹروں نے دماغ کا زخم دیکھا تو آپریشن سے انکار کردیا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا اس کا زخم بہت حساس ہے۔ اس کا آپریشن اگر ہوجائے تو یہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ انہیں گھر پہنچادو تاکہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے رشتے داروں کے ساتھ گزار سکیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ان کے شدید زخم کے ساتھ ساتھ ہم حیران ہیں کہ وہ زندہ کیسے ہیں۔ اور پھر اپنے پاوں پر چل بھی رہے ہیں۔ ان ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ یہ صرف اس مجاہد کی کرامت ہوسکتی ہے اور بس۔

مولوی صاحب کو جب ڈاکٹروں کی جانب سے ڈاکٹروں کے اس جواب کی خبر ملی تو انہوں نے یہ آیت پڑھی : اذا جاء اجلهم لایستأخرون ساعة ولا یستقدمون . یعنی موت اپنے وقت پر آتی ہے کبھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

ڈاکٹروں کی جانب سے مایوس ہونے کے بعد ساتھی انہیں خوست میں اپنے گھر لے جانے سے قبل خوست ہی میں بادشاہ زار نامی ڈاکٹر کے پاس لے گئے کہ اپنی بساط کی حد تک ان کا علاج کردیں۔ اس ڈاکٹر نے کہا کہ مولوی صاحب کا زخم بہت گہرا اور حساس ہے۔ آپریشن بہت خطرناک ہوگا اور اس آپریشن کی کامیابی کے صرف دس فیصد امکانات ہیں۔ میں اس شرط پر آپریشن کروں گا کہ اس کے خاندان والے اور ساتھی تحریری اجازت دیں۔

ساتھیوں نے مشورے کے بعد ساتھیوں اور رشتہ داروں سے تحریری اجازت نامہ لایا اور ڈاکٹر صاحب نے آپریشن کا آغاز کردیا۔ ساتھیوں نے سورۃ یسین کا ختم اور ماثورہ دعاوں کا ورد شروع کردیا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے خوشخبری دی کہ مولوی صاحب کا آپریشن کامیاب ہوگیا ہے اور ان کے اعصاب سے ہڈی نکال لی گئی ہے۔

امریکیوں کے خلاف جہاد:

اسی آپریشن کے نتیجے میں مولوی صاحب کے سر کا زخم بالکل ٹھیک ہوگیا۔ مگر ڈاکٹر نے انہیں بہت ہدایت کی تھی کہ اب بہت عرصے تک جہاد میں شرکت نہیں کروگے اور نہ راکٹ لانچر کا فائر کروگے۔ مگر مولوی صاحب کا جذبہ جہاد بہت غالب تھا۔ صحت یابی کے بعد وہ ایک بار پھر جہادی صفوں کی جانب چلے گئے اور پھر امریکی جارحیت تک جہادی صفوں میں لڑتے رہے۔ وہ چاریکار کی جنگ میں ایک بار پھر زخمی ہوگئے اور اس وقت شر وفساد کے خلاف جہادی رکھا جب تک امریکی فوج نے افغانستان پر جارحیت کی ہے۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد مولوی نور قاسم صاحب ان اولین مجاہدین میں سے تھے جنہوں نے صوبہ خوست میں امریکیوں کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز کردیا۔ ان کی مدبرانہ قیادت کی برکت سے صوبہ خوست کا ضلع صبریو ایک ناقابل شکست محاذ بن گیا۔ یہاں امریکیوں کو بہت زیادہ نقصانات اٹھانے پڑے۔ یہاں کے عوام پر ہر طرح کے مظالم ڈھانے اور خوست کے دیگر علاقوں سے بھی ہزاروں افراد کی گرفتاری کے باوجود یہاں کے عوام سے جہاد کا جذبہ ختم نہیں ہوسکا۔

مولوی نور قاسم صاحب کچھ عرصہ خوست صبریو میں جہادی امور کے سربراہ رہے۔ اس کے بعد بہت عرصے تک عمومی جہادی ذمہ دار اور صوبائی گورنر رہے اور یہاں بہت بڑی جہادی خدمات انجام دیں۔ وہ بذات خود جنگوں میں شریک رہتے۔ آپریشنوں کی کمان خود کرتے۔ خوست کے چار اضلاع باک، علی شیر، صبری اور قلندر اسی طرح پکتیا کے مضافات میں واقع ضلع جانی خیل انہوں نے بار بار فتح کیے۔ خوست بھر میں دشمن کی چیک پوسٹیں بار بار انہوں نے فتح کیں۔ ان حملوں سے دشمن کو

مولوی صاحب ظاہری طور پر بہت غریبانہ اور فقیرانہ زندگی گزارتے رہے مگر ان کا ایمانی سرمایہ اور اللہ تعالی کی جانب سے عطاکردہ جرآت اور اخلاص بہت زیادہ تھا۔ مولوی احرار کہتے ہیں: ایک بار ایک بم گاڑی بنانے اور منتقل کرنے کا کام درپیش تھا۔ مولوی صاحب خود کام میں لگے ہوئے تھے۔ ساتھیوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ کام نہ کریں ہم زیادہ ہیں کام کرنے کو۔ ایک گروپ کمانڈر نے کہا کہ جتنے ساتھی درکار ہوں آپ مجھے بتائیں سب حاضر ہوجائیں گے مگر مولوی صاحب مرحوم کا کہنا تھا کہ میں بھی ثواب کمانا چاہتا ہوں۔ آخر لاجواب ہوکر اس گروپ کمانڈر نے بھی مولوی صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔

بھاری جانی نقصان بھی اٹھانے پڑے اور بار بار بھاری مقدار میں مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

خوست میں ایک شدید لڑائی جس میں وہ زخمی ہوگئے خوست ضلع علیشیر کا آپریشن تھا۔ اس آپریشن میں انہوں نے دشمن کے بہت سی چیک پوسٹیں ختم کیں اور صوبائی مرکز تک پہنچ گئے۔ جیسے انہوں نے ضلعی مرکز پر حملہ کیا مجاہدین کے پاس وسائل کم ہوگئے۔ اس دوران ان کے قریبی ساتھی اور بہادر مجاہد ملا مصطفی شہید ہوگئے۔ مولوی حیدری نے ساتھیوں سے کہا اسلحہ کم ہونے کی وجہ سے ہمیں شہید کو لے کر واپس پسپا ہو جانا چاہیے۔ پسپائی کے دوران امریکی ہیلی کاپٹروں کی بمباری سے ان کے کئی ساتھی شہید ہوگئے۔ وہ خود بھی شدید زخمی ہوگئے۔ اس بار بھی ان کے زخم انتہائی شدید اور گہرے تھے۔ ڈاکٹروں کے بقول خطرہ تھا کہ ان کا جسم مفلوج ہو جائے گا مگر ڈاکٹروں کی رائے کے برخلاف اللہ تعالی نے ایک بار پھر انہیں صحت دی۔ انہیں زخموں سے شفاپانے کے بعد مولوی صاحب ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سمیت دشمن کے محاصرے میں آگئے۔ ساری رات دشمن سے لڑتے رہے۔ اس جنگ میں ایک بار پھر ان کے سر پر دو گولیاں لگی تھیں۔ مگر اللہ تعالی ان سے اپنے دین کا کام لینا چاہتے تھے اس لیے وہ زخموں کے باوجود زندہ بچ گئے

خوست میں ان کے آخری دو بڑے آپریشن جس کی قیادت اور ترتیب ان کے ذمہ تھی ایک خوست کے علاقے خلبیسات میں امریکیوں کے بڑے اڈے پر پہلا فدائی حملہ تھا جس کا منصوبہ اور نقشہ مولوی صاحب نے ہی مرتب کیا تھا۔ اس کارروائی میں فدائی مجاہدین پہلی بار امریکیوں کے اڈے میں داخل ہوگئے۔ امریکیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ باوثوق ذرائع کے مطابق اس کارروائی میں 100 سے زیادہ امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اس آپریشن کے بعد 2006 میں مولوی صاحب کی قیادت میں خوست کے تین اضلاع، صبریو، باک اور علیشیر پر ایک بڑے آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ جس سے دشمن کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے۔ اس آپریشن کے دوران مولوی حیدری صاحب علاقہ خلبیسات میں دشمن کی چیک پوسٹوں پر کارروائی میں شریک تھے ایک بار پھر زخمی ہوگئے۔ جہادی زندگی میں اس بار وہ چھٹی بار زخمی ہوگئے تھے۔ اس بار بھی اللہ تعالی نے انہیں گذشتہ کی طرح مکمل شفاء عطا کردی۔

کنڑ کے صوبائی گورنر کی حیثیت سے:

2012 کے اوائل میں مولوی نور قاسم امارت اسلامیہ کی قیادت کے حکم پر صوبہ کنڑ کے جہادی ذمہ دار متعین کیے گئے۔ تعیناتی کے بعد وہ خوست سے کنڑ منتقل ہوگئے اور جہادی میدان میں عملی طور پر مجاہدین کو نئے سرے سے منظم کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت مجاہدین کے لیے ایک بڑی مشکل دشمن کے پھیلے ہوئے جاسوسوں کی تھی۔ مولوی صاحب نے اپنے پروگرام کے ذریعے اپنے خفیہ آدمیوں کو جگہ جگہ تعینات کر دیا تاکہ امریکی جاسوسوں کو پہچان کر اسے ختم کر دیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے گروپ حملوں کے نئے نئے طریقے رائج کرائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کنڑ، انگام، اسمار، غازی آباد، مانوگی اور ناڑی میں دشمن کی چیک پوسٹوں کا خاتمہ کر دیا جس سے دشمن کو بہت بھاری نقصانات پہنچے۔ اور مجاہدین کو بہت اہم وسائل اور اسلحہ غنیمت میں ہاتھ آیا۔

مولوی صاحب کے جہادی منصوبوں کے نتیجے میں ناڑی میں دانچہ گل نامی دشمن کا اہم مرکز جس میں 40 تک دشمن کے فوجی موجود تھے مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔ کنڑ ضلع دانگام میں دشمن کا ارادہ تھا کہ یہاں مضبوط ائیر بیس تعمیر کیا جائے۔ مگر جب مولوی صاحب کو دشمن کے اس منصوبے کی خبر ہوئی تو مقابل آپریشن اور حملوں سے دشمن کے اس اقدام کا راستہ روکا

کنڑ میں مولوی حیدری صاحب کی ذمہ داری کے دوران ایک اور اہم کامیابی 1392 ھجری شمسی کو ماہ حوت کی چوتھی تاریخ ضلع غازی آباد میں مجاہدین کو ملی۔ اسی روز مجاہدین نے ایک تحقیقی منصوبہ بندی کے ذریعے نیشنل آرمی کے ایک کیمپ پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں دشمن کے 25 کے قریب فوجی ہلاک اور 6 افراد زخمی ہوگئے۔ جبکہ 6 افراد مجاہدین نے زندہ گرفتار کر لیے۔ اس فتح میں بنیادی کردار ان مجاہدین کا تھا جو نیشنل آرمی کی صفوں میں موجود تھے اور مجاہدین سے رابطے میں تھے اور مجاہدین کو بیس کے متعلق معلومات فراہم کرتے رہے۔

کنڑ میں مولوی نور قاسم شہید کا ایک اور کارنامہ مجاہدین کے صفوں میں ہم آہنگی پیدا کرنا تھا۔ انہوں نے اس راہ میں بڑی خدمات انجام دیں اور انتہائی پریشانیوں کا سامنا کیا۔

وہ افغان جو دشمن کی صفوں میں عوامی اور عسکری شعبوں میں کام کر رہے تھے انہوں نے سب کو دعوت دی۔ انہیں خطوط لکھے کہ اس کام سے دستبردار ہو جاو۔ اس سلسلے میں سینکڑوں لوگ اپنے اطمینان کے بعد دشمن

کی صفوں سے باہر آگئے۔ مولوی نور قاسم نے اپنی ذمہ داری کے ایام میں دعوت وارشاد کا سلسلہ پوری کامیابی سے جاری رکھا۔ اس سلسلے میں صرف ایک کونڑ کے ضلع شیگل میں 126 افراد جو پہلے دشمن کی صفوں میں کام کررہے تھے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور دشمنی سے دستبردار ہوگئے۔

حالیہ صدارتی انتخابات کے پہلے مرحلے میں مولوی نور قاسم صاحب نے اپنے علاقے میں انتخابات سے دس روز قبل مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ تاکہ دشمن کا حربہ ناکام ہوجائے۔ انہوں پورے کنڑ میں ایک موثر پروگرام تشکیل دیا۔ تمام مجاہدین کی رہنمائی کی کہ انتخابات کے روز صبح 5 بجے سے دشمن کے مراکز، چیک پوسٹوں، ضلعی مراکز اور دیگر سرکاری مقامات پر حملے شروع کردیں۔ اسی لیے اس روز مجاہدین کی جانب سے 70 بڑے اور چھوٹے حملے صرف کنڑ میں ہوئے۔ جس میں دشمن کے 88 فوجی، اربکی اور ان کے متعلقین ہلاک ہوگئے۔ اور بہت سے دیگر فوجی زخمی ہوگئے۔ اس طرح اس صوبے میں انتخابات کا مغربی ڈرامہ مکمل طور پر ناکام ہوگیا۔

مولوی صاحب کی شہادت:

1393ھ ش سال۔ ماہ حمل 18ویں تاریخ کو مولوی قاسم حیدری اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ کنڑ ضلع شیگل کے مضافات میں کنڑ کے دیگر محاذوں پر مجاہدین سے ملنے جارہے تھے کہ اچانک امریکی ڈرون ہیلی کاپٹر کے حملے کا شکار ہوگئے جس مولوی قاسم حیدری اپنے تین ساتھیوں مولوی عبدالکریم جانباز، منصور اور حمید اللہ سمیت موقع پر شہید ہوگئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

مولوی نور قاسم کی ابدی خواہش پوری ہوگئی اور وہ شہادت کے ابدی سفر پر روانہ ہوگئے۔ پس ماندگان میں انہوں نے 3 بیٹے اور 3 بیٹیاں چھوڑ دیں۔ رحمہ اللہ تعالی

یادیں اور خصوصیات:

مولوی نور قاسم شہید کے ایک ساتھی مولوی احرار کہتے ہیں: امریکی جارحیت کے باعث ہجرت کے بعد میں اور مولوی صاحب ایک جگہ ایک مکان میں رہ رہے تھے۔ وہ گھر دو حصوں پر مشتمل تھا ایک حصے میں، میں تھا اور دوسرے حصے میں حیدری صاحب رہ رہے تھے۔ ایک روز حیدری صاحب جہادی سفر پر گئے۔ واپسی پر منافقین کے حملے کا شکار ہوگئے۔ اس حملے میں مولوی صاحب کی آنکھوں کے اطراف کی ہڈی زخمی ہوگئی۔ بس اللہ تعالی نے ان کی آنکھیں محفوظ رکھیں۔ اسی سفر میں ایک ہسپتال میں کچھ عرصہ زیر علاج رہنے کے بعد مولوی صاحب گھر لوٹے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ مولوی صاحب کو کوئی مشکل پیش آئی ہے۔ ویسے ہی حال احوال کے لیے میں ان کے پاس گیا۔ دستک دی تو مولوی صاحب نے دروازے سے باہر دیکھا۔ میں نے دیکھا وہ بہت شدید زخمی ہیں۔ میں نے کہا: یہ کیسے ہوا؟ انہوں نے واقعہ بتایا کہ راستے میں منافقین کے ہاتھوں زخمی ہوا ہوں۔ اب بیٹھ کے بات کرنے کی سکت نہیں ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تم جاو آرام کرو کیوں کہ ان کی تکلیف بہت زیادہ تھی۔ وہ نماز میں سجدہ ادا نہیں کرسکتے تھے۔ وہ رات گزرنے کے بعد صبح میں نے احوال پوچھا کہ اب کیسے ہوں گے۔ دروازے پر میں نے دستک دی۔ باہر آتے ہی میں نے پوچھا کہ کیسے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا آج ٹھیک ہوں۔ پھر انہوں نے کہا: رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ {دارالعلوم حقانیہ کے مفتی اور شیخ الحدیث} خواب میں آئے اور مجھ سے کہا کہ کل تم ٹھیک ہوجاوگے۔ حیدری صاحب کے بقول صبح نیند سے جاگا تو میں بالکل ٹھیک تھا۔ سجدہ بھی ادا کیا۔ پہلے میں سجدہ نہیں کرسکتا تھا۔ یاد رہے حیدری صاحب مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کے مسترشد اور تصوف کے اسباق میں چھٹے سبق تک ان سے پڑھے ہوئے تھے۔

امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں ریاست الوزراء کے سیکرٹری اور مشرقی زون کے نگران مولوی عبدالکبیر صاحب کہتے ہیں:

مولوی نور قاسم انتہائی بہادر اور متواضع شخصیت کے مالک تھے۔ خوست کی سطح پر وہ صف اول کے مجاہدین میں سے تھے۔ انہوں نے نہ صرف صبر یو میں بڑی جہادی خدمات انجام دیں بلکہ پورے خوست میں جہادی کاموں کو وسعت دینے میں ان کا کردار بہت اہم رہا۔ کنڑ میں ذمہ داری کے ایام میں مجاہدین بھی ان سے خوش رہتے۔ وہ کافروں کے مقابلے میں انتہائی سخت اور ناقابل شکست تھے اور مسلمان کے مقابلے میں انتہائی نرم۔ بڑے اور رہنما کے لیے مناسب ہوتا ہے کہ مشکل مراحل میں آگے آگے رہے، خود کو سختیوں کے مقابلے کے لیے پیش کرے، جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی سخت جنگ میں ثابت قدم رہے۔ تمام صحابہ پسپا ہوگئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے خود کو پیش کردیا۔ مولوی نور قاسم میں بھی ایثار اور فداکاری کی یہ صفت موجود تھی۔

خوست کے رہائشی شیخ الحدیث مولوی افضل حسین صاحب مولوی صاحب

کے متعلق دیکھے ہوئے دو خواب اس طرح سے بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی صاحب کے گرد بہت سے شیر کھڑے ہیں۔ سب ان کے گرد پہرہ دے رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے ایک شیر سے پنجہ لڑایا ہوا ہے۔ شیر کا پنجہ نیچے تھا ایسا لگتا تھا کہ شیر نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

دوسرا یہ کہ: خواب میں دیکھا ایک صندوق ہے جسے مولوی صاحب کے ایک مخالف کھولنے کی کوشش کررہے ہیں خواب ہی میں کسی نے اس سے کہا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مولوی صاحب محترم کے لیے تحفہ ہے کسی اور کو کھولنے کی اجازت نہیں۔

ایک اور ساتھی جنہوں نے کبھی مولوی صاحب کو دیکھا نہیں تھا۔ صوبہ کنڑ کی حال ہی میں نشر ہونے والی ویڈیو میں مولوی صاحب کو دیکھ کر اس نے ساتھی سے پوچھا یہ شخص کون ہے۔ ساتھی نے اسے بتایا کہ یہ مولوی نور قاسم ہیں۔ قوم صبری اور خوست سے ان کا تعلق ہے۔ ابھی کنڑ میں جہادی مسئول ہیں۔ انہوں نے کہا "خدا کی قسم کچھ عرصہ قبل میں نے اسی شخص کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے دیکھا تھا"۔

مولوی صاحب کی اقتصادی لحاظ ساری زندگی فقر اور غربت میں رہے۔ بیت المال کے پیسوں میں سخت احتیاط برتتے۔ مولوی احرار کہتے ہیں امریکی جارحیت کے اوائل میں مولوی صاحب کو ہجرت کرنا پڑا۔ ہجرت کے ایام میں وہ ایک ایسے گھر میں تھے جو بالکل رہنے کے قابل نہ تھا۔ انہیں دنوں روٹی پکانے کے لیے لکڑیاں بھی پہاڑوں سے وہ کیکر اور جھاڑیوں کے بوجھ اپنی کمر پر لاد کر لاتے تھے۔ کبھی کچھ مجاہدین ساتھی ان کے مہمان بن جاتے تو گھر میں صرف ایک کیتلی تھی جس میں چائے بناتے اور مہمانوں کو پلاتے۔ اس وقت جب مولوی صاحب صوبہ خوست کے جہادی ذمہ دار تھے پھر بھی خود پہاڑوں سے لکڑیاں اور جھاڑیاں لاتے۔

مولوی صاحب ظاہری طور پر بہت غریبانہ اور فقیرانہ زندگی گزارتے رہے مگر ان کا ایمانی سرمایہ اور اللہ تعالی کی جانب سے عطا کردہ جرآت اور اخلاص بہت زیادہ تھا۔ مولوی احرار کہتے ہیں: ایک بار ایک بم گاڑی بنانے اور منتقل کرنے کا کام درپیش تھا۔ مولوی صاحب خود کام میں لگے ہوئے تھے۔ ساتھیوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ کام نہ کریں ہم زیادہ ہیں کام کرنے کو۔ ایک گروپ کمانڈر نے کہا کہ جتنے ساتھی درکار ہوں آپ مجھے بتائیں سب حاضر ہو جائیں گے مگر مولوی صاحب مرحوم کا کہنا تھا کہ میں بھی ثواب کمانا چاہتا ہوں۔ آخر لاجواب ہو کر اس گروپ کمانڈر نے بھی مولوی صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔

مولوی احرار حیدری صاحب کی جہادی تیکنیکی مہارت کے حوالے سے کہتے ہیں کہ محترم مولوی صاحب کی قیادت میں ایک مرتبہ مجاہدین نے خوست ضلع صبریو کے ایک گھر کے بارے میں ایسا مشہور کرنا شروع کردیا کہ یہ مجاہدین کا مرکز ہے۔ ایک گاڑی میں بارود بھر کر وہاں کھڑی کی۔ کمروں کے دروازوں کے سامنے بہت سے جوتے اور بوٹ رکھے۔ ایک فدائی ساتھی اندر کمرے میں بیٹھ گیا۔ جس کے پاس گاڑی بم کے شارٹ تار تھے۔ رات کو تین یا چار ہیلی کاپٹروں میں امریکی چاپہ مارنے کے لیے آئے اور گھر میں داخل ہو کر پکارنے لگے کہ ہتھیار ڈالدو۔ اس وقت فدائی مجاہد نے بم دھماکا کردیا۔ جس میں درجنوں امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ بعد میں مزید امریکی فوجی ان زخمیوں اور مردوں کو منتقل کرنے کے لیے وہاں پہنچے۔ ساتھیوں نے گھر کے ارد گرد بارودی سرنگوں کے تار بچھادیے۔ اور سب کو اس ترتیب سے فٹ کیا تھا کہ سب ایک ساتھ پھٹ جائیں۔ جب امریکی اپنے زخمیوں کو اٹھانے میں مشغول ہوگئے ساتھیوں نے بارودی سرنگوں کے دھماکے کردیے ۔اس دھماکے میں بھی کافی تعداد میں امریکی ہلاک ہوگئے۔ عینی شاہدین کے مطابق اس کامیاب کارروائی میں ہلاک اور زخمی ہونے والے امریکیوں کی تعداد 100 سے بڑھ کر تھی۔

مولوی نور قاسم حیدری صاحب کی جہادی زندگی کے واقعات اور کارنامے بہت زیادہ ہیں۔ سب کا احاطہ کرنا اس تحریر میں ممکن نہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس عظیم مخلص مجاہد کی قربانیاں اللہ تعالی اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ان کے برکات ان کے خاندان اور ساتھیوں میں جاری و ساری رکھے۔

آمین یارب العالمین

OOO

امارت اسلامیہ کی سیاسی اور سفارتی کامیابی، امریکا کی شکست

تحریر: ابو ظہیر

خوش قسمتی سے ہم تاریخ کے ایسے اہم مقام سے گذر رہے ہیں کہ ایک جانب افغانستان کے افق پر فاتحانہ تکبیروں کا شور گونج رہا ہے۔ دوسری جانب سیاسی اور سفارتی محاذ پر امارت اسلامیہ کی نئی کامیابیاں، فتوحات اور مومنانہ فراست کے شہکار نے حریت پسند افغانوں کو حالیہ ہلاکت خیز حالات سے نجات کی لازوال بشارتیں عطا کی ہیں۔

اسلامی دنیا کے مشہور عرب ملک قطر حکومت کی ثالثی میں ایک امریکی قیدی کے بدلے امارت اسلامیہ کے پانچ اہم رہنما ملا محمد فاضل مظلوم، ملا خیر اللہ خیر خواہ، ملا نور اللہ نوری، مولوی عبد الحق وثیق اور مولوی نبی عمری کی آزادی کی خبر، واقعتا افغانستان اور علاقے کے مسلمانوں کے لیے ایک خوشخبری کے علاوہ امریکی جارحیت پسندوں کی واضح شکست کی علامت ہے۔

سیاسی امور کے مبصرین اس ترقی کو سیاسی اور سفارتی میدان میں امارت اسلامیہ کی کامیابی اور ریاست ہائے متحدہ امریکا کی حکومت کی شکست سمجھتے ہیں۔ اور خوشی کا مقام ہے کہ امریکا اپنے تمام عصری وسائل، ترقی یافتہ ٹیکنالوجی اور وسیع انٹیلی جنس ذرائع کے باوجود اپنے قیدی فوجی کا پتہ نہیں لگا سکے۔ بہر حال افہام و تفہیم کے اصولوں کو سنجیدگی سے لینے کے بعد گوانتاناموسے قیدیوں کی رہائی کے بعد اس قیدی کی رہائی ممکن ہوئی۔ امریکا کی یہ بے بسی اس بات کی دلیل ہے کہ اب امریکا 2001 کے دور کا امریکا نہیں۔ افغانستان کے غیور عوام کے حملوں نے اس کے دماغ سے بڑھائی اور عالمی قوت ہونے کا نشہ نکال دیا ہے۔ اب ملک بالکل زوال کے رخ پر جارہا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے غیر جانبدار سیاسی تجزیہ کار امریکا کو یہ دعوت دے رہے ہیں کہ افغانستان کے اندر اور باہر واقعات کے ادراک کے ساتھ وہ اپنے رویے میں مثبت تبدیلی لائیں۔ بزور بازو اپنے استعماری ارادوں اور مطالبات پورے کرنے کی بجائے پوری دانش اور حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے مسائل کے حل کے لیے معقول حل تلاش کریں۔

کیوں کہ امریکا جس شیطانی ہوس اور بدنیتی سے افغانستان آیا تھا گذشتہ تیرہ سالہ جارحیت اس بات کی گواہ ہے کہ وہ اپنے ارادوں میں ناکام ہوا ہے۔ اور یہی وہ اذیت ناک احساس ہے جس کا ادراک ایک ادنی امریکی سے لے کر صدر تک سب کو ہوا ہے۔ چندروز قبل افغانستان سے فوجی انخلاء کے لیے طے شدہ تاریخ کے اعلان کے وقت اوباما کا یہ اعتراف کہ " افغانستان اچھی جگہ نہیں ہے، افغانستان میں امن کا قیام امریکا کی ذمہ داری نہیں۔"اس موقف کو مضبوط کرتا ہے کہ وہ اس استعماری اور استثماری جنگ کی بہت تلخ یادیں اور بہت تلخ احساسات رکھتا ہے اور زیادہ دیر تک یہ تلخیاں سہنے کی قوت ان میں نہیں ہے۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ نے اپنے پیغام میں گوانتاناموکی وحشیانہ جیل سے پانچ رہنماوں کی رہائی کو مجاہدین اور افغانوں کو بڑی فتح قرار دیا۔ اور تمام افغان عوام کو اس کی مبارکباد دی ہے۔

اس کامیابی نے یہ حقیقت اور واضح کردی ہے کہ صرف طاقت اور سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی سے لیس اسلحوں کے بل بوتے پر آزاد عوام کی آزادی کو غصب نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصا جن اقوام کے جوانوں میں خودی کا احساس فولاد کی طرح مضبوط ہو انہیں سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی سے غلامی کی نیند نہیں سلایا جاسکتا۔ اگرچہ جارح قوتیں اپنے مادی وسائل اور اسباب کے ذریعے انہیں ختم کرنے کی کوشش کریں مگر انہیں کامیابی ہر گز نہیں ملے گی۔ اور نہ غیور افغانوں کی آزادی اور اجتماعی ضمیر کو جھکڑا جاسکتا ہے۔ اب بھی امریکا کے لیے موقع ہے کہ اپنی جنگی پالیسی سے پسپا ہو جائے۔ اور دنیا میں واقعی امن اور بشریت کی بقا کے لیے فطری اصولوں اور قوانین سے سرتابی کی روش چھوڑدے۔

آزاد ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی یہ مردود سفارتکاری کا سلسلہ ختم کردے۔ آزاد و خود مختار اقوام کے وسائل اور ذخائر پر قبضے کی سٹریٹیجی ختم کردے۔ ساری انسانیت بالخصوص افغانوں کے حوالے سے حالیہ منحوس اور ظالمانہ پالیسی ترک کردے۔ بلا کسی شرط اور قید کے تمام جارح قوتوں کو واپس بلالیں۔ یہ واضح ہے کہ جب تک وہ یہاں قابض اور مستعمر رہے گا۔ امریکا سے دنیا بھر میں لوگوں کی نفرت کا گراف یوں ہی اونچا رہے گا۔ اسی طرح ایک روشن حقیقت کے طور پر امارت اسلامیہ افغانستان جیسے ایک بڑے اسلامی اور انسانی کردار کے خلاف بغض اور کینہ سے بھرپور موقف اپنانے کی بجائے اعتدال پر قائم اس کے سیاسی اور عسکری موقف اور مقام کا اعتراف اور احترام کرے۔

نائیجیریا میں مغرب کی دسیسہ کاریاں

شہیدزوی

نائیجیریا میں مسلمانوں کی تنظیم بوکو حرام کی جانب سے تقریباً 250 طالبات کے اغواء کے بعد ساری دنیا کی توجہ نائیجیریا کی جانب مبذول ہوگئی ہے۔ اس واقعے کی نسبت عالمی سطح پر بہت زیادہ غم، تشویش، غصے، شدید رد عمل اور زیادہ توجہ کی وجہ یہ ہے کہ اغواء کار مسلمان ہیں اور اغواء ہونے والی طالبات مسیحی ہیں۔ نائیجیریا آبادی کے لحاظ سے براعظم افریقا کا سب سے بڑا اور عالمی سطح پر ساتواں ملک ہے۔ اس کی آبادی 173 ملین کے قریب ہے۔ جن میں 55 فیصد مسلمان جبکہ 40 فیصد عیسائی اور 5 فیصد دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ مگر یہاں مسلمانوں کو اقلیت ثابت کرنے کے لیے "پیو ریسرچ سینٹر" نامی امریکی ادارے نے مذہب اور شہری زندگی کے عنوان سے شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ مسلمان 48.8 فیصد اور عیسائی 49.3 ہیں۔ اسی طرح "ایسوسی ایشن آف ریلیجن ڈیٹا نومی" نامی مغربی ادارے نے کہا کہ اس ملک کی آبادی 45.5 فیصد مسلمان جب 46.5 فیصد عیسائی اور باقی دیگر عقائد کے لوگ ہیں۔ یہ دونوں مغربی ادارے تحقیقی اداروں کے نام پر کام کرتے ہیں۔ جن کے پاس محدود انتظامی وسائل اور اور تشکیلات ہیں۔ یہ دونوں سروے ان دواداروں کے ہیں جن کے نتائج اور اعداد و شمار بھی غیر حقیقی ہیں۔ کسی ملک کے نفوس کی تعداد معلوم کرنا بہت وسیع سلسلہ ہوتا ہے جن کا احاطہ کرنا ہزاروں کارکنوں کے بغیر ناممکن ہوتا ہے۔

سوڈان کی طرح نائیجیریا بھی عیسائی اور مسلمان آبادیوں پر تقسیم شدہ ملک ہے ۔ شمال اور شمال مغربی حصے میں مسلمان اور جنوب میں عیسائی رہتے ہیں۔ جنوب مغرب میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے کم ہے۔ مگر مرکزی حصے میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس ملک کے 36 صوبے ہیں۔ یہاں 500 تک لسانی تنظیمیں موجود ہیں۔ نائیجیریا افریقا کی دوسری بڑی معاشی قوت ہے۔ اس کی معیشت کا زیادہ دارومدار تیل پر ہے۔ صرف 2011 میں نائیجیریا سے نکلنے والا تیل 61 کروڑ ڈالرز سے زیادہ قیمت کا ہے۔ باجود اس کے کہ اس ملک میں تیل کے بہت بڑے ذخائر ہیں مگر اس پر مسلط حاکم مالی کرپشن میں سب سے زیادہ ملوث ہیں۔ یہ ملک مغربی کمپنیوں کے لیے بہت پسندیدہ ملک ہے۔ یہاں کی اکثر آبادی غربت کا شکار ہے اور یہ ملک دنیا کے پسماندہ ممالک میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

نائیجیریا کے مسلمانوں کی اپنے دین سے محبت مثالی ہے۔ ان کی اکثریت صوم وصلوۃ کی پابند ہے۔ اور جمعہ کی نماز کی ادائیگی میں اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ سڑکوں کے کناروں پر قدم رکھنے کو جگہ نہیں ہوتی۔ راہگیروں کے لیے ہمیشہ جائے نماز بچھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور ہر سال لاکھوں افراد حج اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے یہاں سے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ اس ملک میں عیسائیت کی اشاعت اور پھیلاو کے لیے مغرب نے دن رات ایک کردیے ہیں اور کثافت زدہ مغربی کلچر کی ترویج کے لیے ہزاروں این جی اوز کام کررہے ہیں مگر ملک کے طول عرض میں ہزاروں بڑے اور چھوٹے مدارس میں علماء بہت اخلاص سے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم و تربیت میں مصروف ہیں۔ اور اس کی برکت سے بہت حد تک مسلمانوں کے افکار اور عقائد کی حفاظت کررہے ہیں۔

دینی علوم کے ساتھ اس ملک کے علماء کی محبت مثالی ہے۔ یہاں تک کہ ہر سال یہاں کے دینی مدارس کے فضلاء مزید دینی علوم کے حصول کے لیے سعودی عرب، مصر، ہندوستان اور پاکستان کا رخ کرتے ہیں۔ انفرادی دینداری کے ساتھ اس ملک کے مسلمانوں اجتماعی زندگی میں بھی دین کو بلند مقام دینے کے قائل ہیں۔ شریعت کے نفاذ کے لیے کوششیں بھی کیں اور اس کوشش میں انہیں کامیابی بھی ملی ہے۔

1903 میں اس ملک پر برطانیہ نے قبضہ کیا۔ برطانیہ کے قبضے سے پہلے شمالی

نائیجیریا کا اکثر حصہ سوکوٹو خلافت کا حصہ تھا۔ 1902 میں نامور دینی عالم عثمان دان فودیو نے مقامی بے دین حکام کے خلاف جہاد کا علم اونچا کیا جس کے نتیجے میں "سوکوٹو" خلافت قائم ہو گئی تھی۔ جس کے ساتھ نائیجیریا کے شمالی حصے بھی مل گئے تھے۔ یہ خلافت اس وقت تک قائم رہی جب تک انگریزوں نے اس خطے پر قبضہ نہ کیا۔ سوکوٹو خلافت کی اس طویل تاریخ کے باعث آج بھی یہاں سلطان کو امیر المومنین کہا جاتا ہے۔

چونکہ نائیجیریا کے مسلمانوں نے نفاذ شریعت کے لیے اپنی کوششیں مسلسل جاری رکھی تھیں اس لیے اب اس کا نتیجہ بھی سامنے آرہا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ سال 2000 کے بعد سے اب تک ملک کے شمالی خطے میں مسلمانوں کے 12 صوبوں میں شریعت نافذ ہو گئی۔ 1999 میں جب فوج کی جانب سے عوامی سیاست دانوں کو اقتدار منتقل کیا جارہا تھا تو اس وقت یہ معاہدہ بھی ہوا تھا کہ صدر شمالی اور جنوبی نائیجیریا سے باری باری آئے گا۔

جنوبی نائیجیریا سے تعلق رکھنے والے "اوباسانجو" پہلے صدر بنے۔ مدت صدارت کی تکمیل پر اوباسانجو نے بہت چالاکی سے اس معاہدے کو تبدیل کر دیا اور کہا کہ ان کے بعد شمالی نائیجیریا کا صدر بھی دو مدت صدارت تک حکومت کرے گا۔ 2007 میں "عمر موسی یاردوا" نائجیریا کے صدر بنے۔ مگر 2010 میں ان کا انتقال ہو گیا جس کے بعد ان کے نائب "ڈاکٹر گڈلک جوناتن" صدر بنے جن کا تعلق جنوبی عیسائی خطے سے تھا۔ مدت صدارت پوری ہونے کے بعد انہوں نے خود کو ایک بار پھر صدارتی امیدوار بنا دیا۔ حالانکہ صدارت کی باری شمالی خطے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تھی۔ انتخابات میں وہ کامیاب ہو گئے اور ایک بار پھر صدارتی اختیارات ان کے ہاتھ آگئے۔ مسلمانوں نے اس کی شدید مخالفت کی جس کے باعث مرکزی صوبہ کدونہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جھڑپیں بھی ہوئیں۔ اور ایک دن میں 500 افراد ہلاک ہو گئے۔ مگر وہ صدارتی عہدہ چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔

عیسائی حکومت کے دور میں مسلمانوں کے خلاف بڑی تبدیلیاں لائی گئی تھیں۔ جن میں سب سے زیادہ خطرناک عیسائی خطوں میں مسلمانوں کی شہریت، سیاست میں حصہ لینے اور ووٹ کا استعمال کرنے کے حق سے مسلمانوں کی محرومی تھی۔ کیوں کہ حکومت نے سیاسی لیڈروں کو کسی شہری کے بارے میں یہ فیصلہ دینے کا اختیار دے رکھا تھا کہ وہ مقامی شہری ہے یا نہیں۔ تو جنوبی خطے میں جہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے مقامی عیسائی جماعتوں کے رہنماؤں نے کسی ایک مسلمان کو بھی مقامی شہری ہونے کی تصدیق نہیں دی۔ جس کی وجہ سے جنوب میں رہنے والے مسلمان نائیجیریا کی شہریت سے آہستہ آہستہ محروم ہونے کے باعث حکومتی عہدوں اور ملازمتوں، اپنی زمینوں اور جائیدادوں اور سیاست میں حصہ لینے کے حق سے محروم ہوتے گئے۔

1990 کے بعد سے کچھ مدت کے علاوہ اب تک وہاں عیسائیوں کی حکومت ہے۔ یہاں بہت سے گرجے، عیسائیت کی دعوت دینے والے ادارے اور مسلمان بچوں کو مرتد بنانے کے لیے مسلمان علاقوں میں این جی اوز کے ذریعے بہت سے سکول کھولے گئے۔ جس کا مقابلہ صرف اور صرف مدارس کر رہے ہیں اور علماء نے اس مقابلے کے لیے دن رات ایک کر دی ہے۔ تاکہ مسلمان بچوں کو بے راہ روی اور مسیحیت سے دور کیا جائے۔

بوکو حرام کے پہلے سربراہ "ملام لاول" تھے۔ اس کی ابتدائی تشکیل 1995 میں "مسلم یوتھ آرگنائزیشن" کے نام سے اس لیے کی گئی تھی کہ گمراہی اور عیسائیت اختیار کرنے سے مسلمانوں کے بچوں کی حفاظت کی جائے۔ "ملام لاول" جو کچھ عرصہ بعد اعلی تعلیم کے حصول کے لیے باہر ملک چلے گئے تو اس تنظیم کے سربراہ محمد یوسف بن گئے۔ محمد یوسف نے 2002 میں میرو گوری نامی شہر میں اس تنظیم کی تنظیم نو کے لیے نیا نام "جماعۃ اہل السنۃ للدعوۃ والجہاد" رکھ دیا۔ نیا نام رکھنے کا مقصد اس وقت کے سینیٹر "علی مودو شریف" کی قیادت میں یورنو نامی صوبے میں شرعی نظام کا نفاذ تھا۔ مگر چونکہ یہ تنظیم کرپشن، رشوت اور دوسری برائیوں کے خلاف بہت زیادہ سرگرم تھی اس لیے مقامی لوگوں نے اسے "بوکو حرام" کہنا شروع کر دیا۔

مقامی زبان "ھوسا" میں بوکو جھوٹ، فریب، دھوکہ، برائی اور گناہ کو کہا جاتا ہے۔ اور حرام تو عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہر مسلمان جانتا ہے۔ تو بوکو حرام کا مطلب ہوا کہ جھوٹ حرام۔ مگر مغربی میڈیا اور مخالفین کا کہنا ہے کہ بوکو حرام کا مطلب ہے "عصری علوم حرام"۔ اس تنظیم کے مخالفین دنیا میں اسے بدنام کرنے کے لیے اس حد تک گئے ہیں کہ وہ بوکو حرام کا معنی "تعلیم حرام" بتاتے ہیں۔

این جی اوز نے اس ملک کے مسلمانوں میں مسیحیت پھیلانے کے لیے جو سکول بنائے ہیں محمد یوسف عیسائیت سے مسلمانوں کی حفاظت چاہتے

تھے اس لیے انہوں نے بڑی مسجد اور دینی وعصری علوم کا ایک بڑا ادارہ بنایا اور اس کا نام ابن تیمیہ کمپلیکس رکھا۔ اس بڑے دینی مرکز میں اندرون ملک کے علاوہ پڑوسی ممالک سے بھی مسلمانوں نے اپنے بچے تعلیم کے حصول کے لیے بھیجے۔ صوبہ بورنہ انگریزوں کے قبضے سے قبل ایک مستقل ملک تھا جس میں شریعت نافذ تھی، "کنوری قوم" کے نام سے یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ انہوں نے اس صوبے کو اپنا مرکز بنایا اور عیسائی سکولوں کے مقابلے میں ایسے بہت سے سکولز بنائے جس میں مسلمانوں کے بچوں کو عصری علوم سکھائے جارہے تھے۔

دینی تعلیم اور مسیحیت سمیت تمام گمراہیوں سے اس کی حفاظت کی جارہی تھی۔ یہی چیز مقامی اور بیرونی اسلام دشمن عیسائیوں اور خصوصا یہاں فعال این جی اوز کے لیے قابل برداشت نہ تھا۔ انہیں این جی اوز کے دباو کے نتیجے میں پہلی مرتبہ ان مدارس پر حکومت کی جانب سے بہت سی پابندیاں عائد کی گئیں پھر حکومت نے انہیں ختم کرنے کا اقدام کیا۔

2014 کے آغاز کے بعد لندن سے شائع ہونے والے جریدے القدس العربی کی جانب سے شائع کردہ ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ نائیجیریا کے شمالی حصے میں موجود دینی مکاتب اور مدارس کی فعالیتیں انتہائی محدود کرنے کے لیے نئی اصلاحات کے نام سے حکومت اور مدارس کے خلاف بہت سے ناجائز اقدامات اٹھائے تھے۔ دینی علوم کے لیے اندرون اور بیرون ملک سے طلبہ کے بارے میں فیصلہ کیا گیا کہ انہیں مدارس سے نکال کر اپنے ممالک بھیج دیا جائے۔

مدارس میں مسافر طلبہ کے لیے رہائشی کلاسز کے خاتمے کا فیصلہ پہلے سے کیا گیا تھا۔ مدارس کے انتظامیہ کو حکم دیا گیا تھا کہ تعلیمی وقت کم کریں اور دیگر مذاہب کے بطلان یا نقائص کی باتیں اساتذہ طلبہ کو نہ بتائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومتی ٹیلی ویژن پر مدارس کے خلاف یہ پروپیگنڈا بھی کیا جارہا تھا کہ ان کا نصاب بہت پرانا اور بے فائدہ ہے۔ مدارس بے روزگاری میں اضافہ کررہے ہیں۔ یہاں سے فارغ ہونے والے علماء معاشرے کے بوجھ میں اضافے کا باعث ہیں۔ اس لیے مدارس کے نصاب میں تبدیلی ہونی چاہیے اور اس میں عصری مضامین بھی ڈالے جانے چاہئیں۔

اس حوالے سے اناطولیہ نامی ترکی خبری چینل کی جانب سے نشر ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 11 صدی عیسوی کے بعد انگریزوں کے قبضے تک نائیجیریا میں مدارس کا نظام بہت اچھا چل رہا تھا اور بڑے بڑے علماء یہاں سے نکل رہے تھے مگر انگریزوں کے قبضے کے ساتھ قومی بجٹ میں سے ان مدارس کو امداد دینا بند ہوگیا تو ملک میں مدارس کی کارکردگی کمزور ہوگئی۔

امیر لوگوں نے انگریزوں کی جانب سے بنائے گئے اداروں میں اپنے بچوں کو داخل کرایا۔ جبکہ غریبوں کے بچے سب کے سب بے تعلیم رہ گئے۔ اسی لیے تو انگریزوں کے جانے کے بعد نائیجیریا انسانی اسمگلنگ کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ اور اسی بے تعلیم طبقے سے عالمی سطح پر بدامنی اور فساد کا کام لیا گیا۔ دینی علماء نے ہمت کی اور انہیں غریبوں کے لیے ملک میں ہزاروں مدارس اور سکول بنائے جس میں بیک وقت 9 ملین بچے تعلیم حاصل کررہے تھے۔ یہاں استعدادوں کی کمی کے باعث عربیت سے متعلق تمام علوم وفنون کی اعلی تعلیم کی سہولیات مہیا نہیں ہیں۔ مگر ناظرہ، حفظ، ابتدائی دینی تعلیم اور لکھائی پڑھائی تمام مدارس میں سکھائی جاتی ہے، مسلمانوں کے ساتھ غریب عیسائیوں نے بھی اپنے بچے ان میں داخل کرادیے۔ اب جب حکومت نے ان مدارس پر پابندی عائد کردی ہے تو ملک کے غریب طبقے پر ایک بار پھر جہالت کے تاریک بادل پھیلتے جارہے ہیں کیوں کہ حکومت نے غریب لوگوں کی تعلیم کے لیے کوئی متبادل انتظام نہیں کیا۔

اس ادارے نے نائیجیریا کے "علماء اتحاد" کے حوالے سے لکھا ہے کہ پہلے لیبیا، سعودی عرب، کویت اور کچھ دیگر خلیجی ممالک کی جانب سے مدارس کے ساتھ تعاون کیا جاتا تھا جس کا آدھے سے زیادہ حصہ حکومتی رہنماؤں کی جیبوں میں جاتا تھا اس وقت حکومت مدارس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کررہی تھی مگر اب جب بیرونی تعاون کے راستے بند ہوگئے، ان کے ذاتی مفادات ختم ہوگئے اور اس کے برعکس اصلاحات کے نام پر مدارس کے خاتمے کے لیے مغرب سے مادی مفادات وافر مقدار میں حاصل ہوتے ہیں، اس لیے ان مدارس اور مکاتب کے خلاف اقدامات کیے جارہے ہیں۔

ذرائع ابلاغ میں ان مدارس کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور یہ مشہور کیا گیا کہ ملک کے سارے مدارس کا بوکو حرام سے تعلق ہے اور یہ مراکز بوکو حرام کے جہادی تربیت کے ٹھکانے ہیں اور مستقبل کے لیے جہادی تشکیل کے مراکز ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرکزی حکومت نے بوکو حرام کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا۔ اس کے خلاف فوجی آپریشن کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا اور ابن تیمیہ کمپلیکس کے نام سے قائم بڑے تعلیمی

ادارے سمیت مسلمانوں کا ہر سکول اس نام سے ختم کر دیا گیا کہ یہ بوکو حرام کا مرکز ہے۔

2009 حکومت نے صوبہ بورنو میں ایمرجنسی نافذ کر دی اور بوکو حرام پر یلغار کر دی۔ چونکہ بوکو حرام کے اکثر کارکن غیر مسلح تھے اور عسکری وسائل کے اعتبار سے حکومتی فوج سے کمزور تھے۔ اس لیے ہزاروں کارکن شہید ہو گئے ۔ بوکو حرام کے رہنما محمد یوسف سمیت 700 کارکن گرفتار ہو گئے ۔ محمد یوسف اور تمام گرفتار شدہ رہنما اور 700 کارکن پولیس کے تشدد کے باعث جیل ہی میں شہید ہو گئے۔ بوکو حرام کے کارکن اپنے رہنما اور 700 کارکنوں کی ماورائے عدالت قتل کے باعث شدید غصے اور انتقام کی آگ میں جلنے لگے ۔ انہوں نے ابو بکر شیخو کو اپنا نیا سربراہ چن لیا۔ ابو بکر شیخو بہت با استعداد تھا۔ انہوں نے بوکو حرام کو پھر سے منظم کیا اور بہت کم وقت میں شمالی نائیجیریا میں فوج اور پولیس کے مراکز پر حملے کیے۔ اور بڑے مقدار میں ہلکا اور بھاری اسلحہ ، فوجی لباس اور گاڑیاں نائیجیرین فوج سے غنیمت میں حاصل کیں۔ پولیس اور فوج کے یونیفارم اور گاڑیوں میں دارالحکومت ابوجا میں اقوام متحدہ کے دفتر اور پولیس کے مراکز پر حملے کیے۔

ابو بکر شیخو یا شیکاو جو محمد یوسف کے نائب تھے ان کے متعلق حکومت کا خیال تھا کہ 2009 میں حکومتی حملے میں وہ شہید ہو چکے ہوں گے مگر 2012 میں یوٹیوب پر ان کی ایک ویڈیو نشر ہوئی جس نے حکومت کو پریشان کر دیا۔ ابو بکر نے صدر کو براہ راست مخاطب کر کے انہیں 2009 میں شہید ہونے والے مسلمانوں کے انتقام کی دھمکی دی۔

حکومت نے 16، 17 اپریل 2013 کو مسلمانوں کے علاقوں بورنو، یوبی اور آدم وانامی علاقوں پر حملہ کیا جس میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔

اس کے ساتھ ساتھ پلیٹو نامی صوبے میں عیسائی گورنر نے بھی مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے جس میں سینکڑوں مسلمان قتل اور ہزاروں بے گھر ہو گئے۔ اس کارروائی میں فوج اور پولیس کی جانب سے مسلمان خواتین کے ساتھ جنسی زیادتی بھی کی گئی۔

انسانی حقوق کی عالمی تنظیم کی جانب سے نشر ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ 2013 میں صرف پہلے 6 ماہ کے دوران 950 مسلمان جیلوں میں ڈالے گئے ہیں۔

14 مئی 2013 کو صدر گڈلک جوناتن نے بورنو، یوبو اور آدم وا کے علاقوں میں فوجی ایمرجنسی کا اعلان کر دیا۔ فضائی اور زمینی حملے شروع کر دیے۔ پہلے ہی روز 200 سے زیادہ مسلمان قتل کیے گئے۔ فوج نے تمام علاقوں کا محاصرہ کیا اور مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا دی جس میں بہت سے لوگ زندہ جل گئے۔ حکومت نے ان دونوں ایام میں 200 افراد کی شہادت کا اعتراف کیا مگر آزاد ذرائع کا کہنا تھا کہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد 200 سے بہت زیادہ ہے مسلمان جیلوں میں مارے گئے، عقوبت خانوں میں قتل کیے گئے، اپنے گھروں میں زندہ جلائے گئے، بے گھر ہوئے یا مسلمان خواتین پر جنسی تشدد کیا گیا اقوام نے کچھ کہا نہ مغربی میڈیا نے ان بڑے مظالم سے پردہ ہٹایا۔ اور نہ ہی امریکا اور اس کے اتحادیوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ مگر اب جب عیسائی لڑکیوں کو اغواء کیا گیا ہے تو مغربی ممالک، سول سوسائٹیاں، ذرائع ابلاغ اور انسانی حقوق کے نام پر کام کرنے والے مغربی اداروں نے طوفان مچا رکھا ہے۔

ہم مغرب کی اس اسلام دشمنی کی مذمت کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ بوکو حرام کی جانب سے لڑکیوں کے اغواء کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ یہ عمل شرعی اصولوں کی رو سے قابل تائید نہیں۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے فائدے کی بجائے نقصانات زیادہ ہیں۔ اسلام، عام مسلمانوں، نائیجیریا میں شریعت کے حامیوں، نائیجیرین مسلمانوں خصوصا بوکو حرام سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے مغرب اور مغربی میڈیا نے اس واقعے سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس لیے یہ واقعہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بن گیا۔

بوکو حرام کے علاوہ نائیجیریا میں جو اسلامی دعوتی ادارے اور تنظیمیں کام کر رہی ہیں ان کے لیے اب وہاں کام کرنا بہت مشکل ہو گا۔ اور اس بات کا بہت خدشہ ہے کہ ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت عیسائی بھی مسلمانوں کی لڑکیوں کے گروپ اغواء کر کے لے جائیں گے اور پھر خدانہ کرے یہ لڑکیاں بے عفت کر دی جائیں۔

جنوبی نائیجیریا سے ایسی خبریں آئی ہیں کہ عیسائیوں کی جانب سے اس واقعے کے بعد مسلمانوں کے گھروں، زمینوں اور تجارتی مقامات پر حملے شروع ہو گئے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 40 پر ملاحظہ فرمائیں۔

تیمور

فتوحات کے کرشمے

اسلامی تاریخ میں صدر اسلام سے اب تک امارت اسلامیہ ان گنتی کے چند تحریکوں میں سے ہے جس نے اپنی جامعیت ومانعیت کی بنیاد پر وسیع پیمانے پر عوامی مقبولیت حاصل کی اور پھر اپنے دور کے عالمی استعمار سے ایسی ٹھکرلی کہ ان کی ساری نخوت خاک میں ملادی۔ اور ایک ان دیکھی قوت کی طرح تاریخ کے حافظے میں محفوظ ہوگئی۔ ان کی اٹھان بھی مظالم کے خاتمے اور شرعی نظام کے نفاذ کے لیے تھی اور اب بھی اپنے دین اور سرزمین کی دفاع کی خاطر ایک عالمی قوت سے برسرپیکار ہے۔

وہ مظالم جو کچھ کم ان دو عشروں میں امارت اسلامیہ نے برداشت کیے، ہزاروں ہم فکر ساتھیوں کی شہادت یا گوانتاناموکی بدنام جیل میں ان کی بندش۔ اب انہیں قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ جارح قوتیں رسوائی کے ساحل پر کھڑی ہیں۔ شرمندگی کے آنسووں سے ان کے گریبان تر ہو رہے ہیں۔ تقابل اور تضاد کی رو سے دیکھا جائے تو ملک کی وہ فضا جہاں کبھی خوف اور وحشت چھائی رہتی تھی اب الحمدللہ اسی قدر فتوحات، کامیابیوں اور خوشیوں کی خوشبو سے فضامہک رہی ہے۔ ہر دن اور ہر لحہ کسی نہ کسی فتح کی بشارت ملتی رہتی ہے اور عوام اس پر خوشی کے آنسو بہارہے ہیں۔ اب نہ امریکا کی مغرورانہ دھمکیاں ہیں اور جارحیت پسندوں کے چاپوں اور کانوائے کا جوش خروش۔ اب ہمارے ملک کی گلیوں اور فضاوں میں فتوحات کے ترانے گنگنائے جاتے ہیں اور بلبلان ترنم روسیوں اور انگریزوں کی طرح اس دور کے جارحیت پسندوں کی شکست اور بدنامی کے بھی گیت گارہے ہیں۔

آج دشمن کی جیلوں کی زنجیریں ٹوٹنے لگی ہیں۔ اور قیدی مجاہدین جماعت در جماعت اپنی بانکپن اور کج کلاہی کے ساتھ پورے آن بان سے رہا ہو کر جہاد کی صفوں میں آرہے ہیں۔ اب حال ہی میں خوش قسمتی سے گوانتاناموکی بدنام زمانہ جیل سے جہادی تحریک کے عظیم سپوت، اور داخلی فساد اور فتنو اور جارحیت کے مقابل جہادی قافلے کے رہنما محترم خیر اللہ خیر خواہ، محترم ملانور اللہ نوری، محترم ملا محمد فاضل، محترم مولوی محمد نبی عمری اور محترم ملا عبد الحق وثیق ایک امریکی فوجی برگڈال کے بدلے آزاد ہو کر قطر میں امارت اسلامیہ کے سفارت کاروں سے مل گئے ہیں۔

ان کی آزادی ایک جانب سے امارت اسلامیہ کی سیاسی فتح ہے تو دوسری جانب کابل انتظامیہ کے لیے بے بسی کی انتہا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ساری امت مسلمہ کے دلوں میں امارت اسلامیہ کے مضبوط موقف اور مدبرانہ سیاست سے متعلق لوگوں کی امیدیں جاگنے لگیں اور مجاہدین پر لوگوں کا اعتماد بڑھنے لگا ہے۔ جو صرف اور صرف اللہ تعالی کی نصرت کا کرشمہ ہے جس کی لیزر کرنوں سے ظالموں کی آنکھیں چندیاجاتی ہیں۔

اب جب پورے ملک اور خصوصا شمالی زون کے دفاعی رہنما چند سدھائے ہوئے افغان نما لوگوں کی جفاکاری اور بدعہدی کے باعث قیدی اور کچھ عرصہ بعد ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سے مل گئے ہیں۔ تو اب وہ لوگ جنہوں نے ہم وطنوں سے ایسی جفاکاری کی اور چند ڈالروں کے عوض اپنے ہم وطنوں کا سوداکیا، اپنے ضمیر، تاریخ اور قوم کے سامنے کس قدر شرمندہ ہوں گے۔

ہم امارت اسلامیہ کے رہنماوں کی آزادی کو دوسری فتوحات کے لیے ایک نیک فال سمجھتے ہیں۔ امید ہے ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ دیگر شہسوار بھی ظالموں کے پنجوں سے آزاد ہوجائیں گے۔ جارحیت پسند شکست خوردہ ہوں گے اور کابل کے صدارتی محل پر سفید پرچم لہرائے گا۔ ان شاء اللہ

تحریر: لطیف عزیز

اوباما کا دورہ افغانستان

امریکی صدر بارک اوباما نے افغانستان کا دورہ کیا اس دوران وہ چار گھنٹے افغانستان میں رہے انہوں نے بگرام کے فوجی اڈے پر امریکی فوجیوں سے خطاب میں کہا کہ رواں برس کے آخر تک تمام فوجیوں کو افغانستان سے نکال کر واپس امریکہ بھیج دیا جائے گا اور سیکورٹی کی ذمہ داریاں افغان افواج کے حوالہ کی جائیں گی۔

اوباما نے اپنے خطاب میں یہ بھی کہا کہ ہمیں امید ہے کہ افغانستان کے نومنتخب صدر امریکہ کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کریں گے، اس معاہدے کے تحت چند ہزار فوجیوں کو افغانستان میں امریکی فوجی اڈوں میں یا امریکی سفارت خانہ کی حفاظت کے لئے برقرار رکھیں گے۔

امریکہ نے عراق میں بھی اسی نوعیت کے معاہدے کے بعد امریکی سفارت خانہ کی حفاظت کے نام پر اپنے 15 ہزار فوجیوں کو بغداد میں تعینات کر کے حکومت اور عوام کو دھوکہ دیا تھا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ کابل کے صدارتی منصب پر وہ شخص براجمان ہوں گے جو افغانستان کے مفادات کے بجائے امریکی مفادات کا تحفظ کریں گے، ان کی نظر میں افغانیوں سے زیادہ امریکی قابل احترام ہوں گے کیونکہ انتخابی مہم کے دوران ہر امیدوار نے اپنے منشور میں اس بات کو اولیت دی تھی کہ وہ منتخب ہونے کے بعد فوراً امریکہ کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کریں گے، کسی صدارتی امیدوار نے صرف دکھاوے کے لئے بھی امریکہ کے ساتھ سیکورٹی معاہدے کی مخالفت نہیں کی، اور نہ ہی اس معاہدے میں کسی ترمیم کی بات کی بلکہ سیاف اور ہلال سے لیکر اشرف غنی اور عبداللہ تک سب نے افغانستان میں امریکی فوجی اڈوں اور امریکی فوجیوں کی موجودگی پر دلائل دیئے اور برملا کہا کہ افغانستان میں امریکی افواج کی موجودگی کی ضرورت ہے۔

اگر امریکی صدر نومنتخب افغان صدر سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ جلد ہی امریکہ کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کریں گے اور انہیں یقین ہے کہ اس معاہدے پر نومنتخب افغان صدر ضرور دستخط کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ امریکیوں کا یہ اعتماد سو فیصد صحیح ہے کیونکہ ان افغان صدارتی امیدواروں نے انتخابات سے قبل امریکہ کے ساتھ اسلام اور افغانیت پر سودا بازی کر کے معاہدہ کیا ہے اور امریکہ نے ان کی کامیابی کے لئے یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ منتخب ہوتے ہی سب سے پہلے سیکورٹی معاہدے پر دستخط کریں گے اور کسی نے اس معاہدے کے حوالے سے غفلت کا مظاہرہ کیا تو اس کا انجام بھی اس طرح ہو گا جس طرح حامد کرزئی کے ساتھ کیا گیا انہوں نے تیرہ برس تک امریکی مظالم پر آنکھیں بند کر کے نہ صرف امریکی اقدامات کی بھرپور حمایت کی بلکہ بڑے اچھے انداز سے اس کی تعریف بھی کرتے رہے، اب چونکہ امریکہ کو اس کی ضرورت نہیں اس لئے ان کی حیثیت بھی امریکیوں کی نظر میں ختم ہو گئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حامد کرزئی نے اوباما سے ملنے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ افغان صدارتی محل کے بجائے امریکی فوجی اڈے میں ملاقات میرے منصب کی توہین ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کرزئی کے اختیارات کے دن گنے جا رہے ہیں ادھر امریکہ کا بھی ان سے اعتماد اٹھ گیا ہے اور اس کی نظر میں ان کا سیاسی مستقبل مخدوش ہے، حامد کرزئی یہ چاہتے ہیں کہ وہ صدارت کے آخری ایام میں کچھ ایسے کارنامے بھی انجام دیں کہ جب ان کے امریکی غلامی کے سیاہ کرتوت ذکر ہوں گے تو ان کے ساتھ ان کے

کچھ اچھے کارنامے بھی ذکر ہوں جیسا کہ انہوں نے سیکورٹی معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کیا اور امریکی صدر سے ملاقات کو بھی ٹکرا دیا۔

اگر واقعی بگرام میں امریکی صدر سے ملاقات ان کے منصب کی توہین ہے تو وہ اپنے اس منصب کی توہین ماضی میں کئی بار کر چکے ہیں، وہ بڑی خوشی سے سابق امریکی صدر بش سے بگرام کے فوجی اڈے میں ملاقات کر چکے ہیں اور اسی طرح سابق امریکی وزیر دفاع رمز فیلڈ کے ساتھ بھی انہوں نے اسی بگرام کے فوجی اڈے میں ملاقات کی ہے کیا اس وقت ان کے ساتھ ملاقات اس منصب کی توہین نہیں تھی؟ اگر کرزئی واقعی امریکہ کے ساتھ سیکورٹی معاہدے کے حق میں نہیں تھے تو انہوں نے جرگہ کیوں بلایا، جرگے میں وہ لوگ کیوں بلائے جو گزشتہ تیرہ برس سے امریکی دسترخواں پر بیٹھے ڈالر کما رہے ہیں۔ یہ ہر ایک جانتا تھا کہ جرگے میں جن افراد کو بلایا گیا ہے وہ ضرور امریکہ کے حق میں فیصلہ کریں گے اور سیکورٹی معاہدہ دستخط کرنے پر زور دیں گے کیونکہ وہ سارے امریکہ کے حواری اور حمایتی تھے۔

یہ معاملہ بھی عجیب سا ہے کہ اوبامہ نے افغان حکومت کو اطلاع دیئے بغیر کابل کا دورہ کیا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ عمل سفارتی خلاف ورزی نہیں کہ متعلقہ حکومت کو اس دورے سے متعلق پہلے اطلاع نہ دی گئی ہو، اس میں شک نہیں کہ ایک بڑے ملک کے صدر ہونے کے ناطے اس طرح سفارتی ضابطہ اخلاق کو پاؤں تلے روندنا بذات خود شرمناک عمل ہے، پوری دنیا کے سیاسی معاملات میں امریکہ کی دخل اندازی ہے اور وہ ہر معاملہ میں نمائندگی کا حق محفوظ سمجھتا ہے پھر متعلقہ حکومت کو اطلاع دیئے بغیر اس ملک کی فضا میں داخل ہونا اور اس کی سرزمین پر قدم رکھنا اپنی کٹھ پتلی حکومتوں کو کیا پیغام دیتا ہے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک اس ملک کے صدر سے ملاقات کی کوئی اہمیت بھی نہ ہو، تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امریکی اپنے کٹھ پتلی حواریوں کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے عوام کے سامنے ان کی حیثیت کو ختم کر کے انہیں بھی ایک پیغام بھیجنا چاہتے ہیں۔

قارئین آپ خود فیصلہ کریں کہ انصاف کا تقاضا کیا ہے کسی ملک کی فضا میں داخل ہونا اور اس کی سرزمین پر قدم رکھنا متعلقہ حکومت کو اس کا علم نہ ہو اس سے افغان حکومت کی کیا حیثیت باقی رہتی ہے، اوبامہ نے اعلان کیا کہ ہمارے 9 ہزار فوجی 2014ء کے بعد بھی افغانستان میں تعینات رہیں گے اس اعلان سے ثابت ہوا کہ ان کے لئے سیکورٹی معاہدے پر دستخط کی کوئی اہمیت نہیں وہ صرف عوام کو ورغلانے کے لئے ایک نمائشی معاہدہ ہو گا ورنہ امریکہ کے لئے اس کٹھ پتلی حکومت کی موجودگی میں اس کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ہو گا وہی جو امریکہ چاہتا ہے۔

بہر کیف اوبامہ کا دورہ افغانستان اور کرزئی کی ملاقات سے انکار نے یہ ثابت کر دیا کہ امریکہ مزید کرزئی کو اہمیت دینا نہیں چاہتا اور اس کے لئے کسی سیاسی فیصلے میں ان کے موقف کی ضرورت نہیں، اوبامہ نے اس ضمن میں یہ اشارہ بھی دیا کہ آئندہ صدر جو بھی ہو گا وہ امریکہ کی چاہے جتنی بھی خدمت کرے، غلامی کے تمام حقوق پورا کرے، سینکڑوں معاہدوں پر دستخط کرے لیکن ان کا آخری انجام کرزئی جیسا ہو گا جنہوں نے نہ خدا کو راضی کیا نہ عوام کو اور نہ ہی امریکہ کو، اس سے اور بڑی بدقسمتی ان کے لئے کیا ہو سکتی ہے، امریکہ کو کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں جب وہ ان کی اجازت کے بغیر ان کی سرزمین پر قدم رکھ سکتا ہے تو ان کے لئے اس معاہدے پر دستخط کرنے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی وہ اس معاہدے کی پاسداری کرے گا، وہ فیصلے اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے سوچتا ہے، انہیں افغان عوام اور افغانستان کے مفادات سے کوئی سروکار نہیں، لیکن بدقسمتی سے ہمارے بے ضمیر اور کٹھ پتلی حکمران امریکی غلامی میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ اپنے ملک کے مفادات کے بجائے امریکی مفادات کی تحفظ کے لئے سوچتے ہیں اور ان کے لئے استعمال ہوتے ہیں جو بڑی ذلت کی بات ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چند بے پردہ بیبیاں!

محمد فرہاد جانباز

جب کوئی عورت بے پردگی، تنگ، باریک اور short dress میں نظر آتی ہے ... تو وہ پہلا خیال، جو ذہن کے نہاں خانوں میں اُبھرتا ہے... وہ یہ نہیں ہوتا کہ اپنی پوشیدگی کا نقاب تار تار کرنے والی یہ عورت اگر بیوی ہے، تو اپنے شوہر کی... اگر ماں ہے، تو اپنے بیٹوں کی... اگر بیٹی ہے، تو اپنے باپ کی... اگر بہن ہے، تو اپنے بھائیوں سمیت پورے خاندان کی عزت، غیرت اور آبروئے نایاب کی سرِعام نیلامی کی مرتکب ہورہی ہے۔ اور ایسی نیلامی، جس پر کہا جاسکے...: "فروختند وچہ ارزاں فروختند!" کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا... بلکہ، پہلی فرصت میں نمودار ہونے والا وہ خیال یہ ہوتا ہے کہ خود کو ہمارے معاشرے کی مضبوط اعصاب، اعتماد سے بھرپور اور عقل و دانش کے اعتبار سے (intellectual society) سمجھ دار طبقے کا ممبر باور کرنے والی یہ مشرقی عورت اندر سے کتنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے! مردوں کے درمیان شمع انجمن بن کر بیمار دلوں کے داغوں کو سلگانے والی یہ عورت، مشرقی خود اعتمادی سے کتنی دور اور بے زار ہے۔ راہ گزاروں کی نگاہوں میں ہوس کے سمندر بہانے والی یہ کلمہ گو عورت، اسلام کے خصوصی تحفے 'خاندانی شرافت' کا کوہِ نور سنبھالنے کے ایشیائی سلیقہ سے کتنی بے بہرہ ہے۔ یہاں عقل و خرد حقیقی معنوں میں جواب دے جاتے ہیں... آخر یورپی تہذیب اور امریکن تمدن سے لبریز، زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور بہ ظاہر دکھائی دینے والے مغربی اعتماد سے بھرپور یہ مشرق کی خاندانی مسلمان عورت میں 'اپنی تہذیب' کا اعتماد کیوں نہیں ہے؟ زمانے میں معزز کرنے والا اسلامی لباس پہنتے وقت اس کے مضبوط اعصاب کیوں لرزنے لگ جاتے ہیں؟ اسلامی تہذیب اور مشرقی تمدن کی اوڑھنی لیتے وقت اس کا جسم تھرتھرانا کیوں شروع کر دیتا ہے؟ خاندانی نظام کے سائبان تلے آرام دہ زندگی گزارنے کا سوچ کر بھی اس کا confidence بھک سے کیوں اُڑ جاتا ہے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ اپنے تئیں... مغرب کی ننگی تہذیب کے کھوکھلے رعب سے مشرقیوں کو متاثر کرنے والی ہماری یہ عورت لاشعوری طور پر خود مغرب سے کتنی انسپائر ہے !!!

سردی ہو تو مرد مکمل لباس پہن کر جاڑے سے بچنے کی سبیل کرتے ہیں، مگر یہ عورت ترقی کی نام پر اسی باریک اور آدھے کپڑوں میں ٹھٹھرتی رہے گی۔ گرمی ہو تو مرد کُھلے کپڑے پہن کر حبس سے بچاؤ کا سوچتے ہیں، مگر یہ عورت اپنا عریاں بدن زمانے سے ہم آہنگی کے نام پر سورج کی جھلسا دینے والی شعاؤں کے لیے وقفِ تماشا کر دیتی ہے۔

بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں\
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا\
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا\
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اکبر الہ آبادی

*****

عظیم فتوحات اور اہم کامیابیاں

تحریر: زخمی افغان

اللہ کے فضل وکرم سے مجاہدین کی اہم فتوحات اور کامیابیوں کی خبریں منظر عام پر آرہی ہیں، ہر ایک خبر دلچسپ اور اہم کامیابی کی نوید ہوتی ہے جس پر ہم سب اللہ تعالی کے شکر گزار ہیں۔ ایک وقت تھا کہ مجاہدین زوال سے دوچار تھے دشمن ان کے وجود کی بقا سے انکار کررہا تھا، لیکن آج نہ صرف مقامی سطح پر مجاہدین کی حقیقت ایک واضح مثال بن چکی ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی ان کی سیاسی وجہادی قوت کا اعتراف صف اول کے مخالفین بھی کررہے ہیں۔

دشمن نے حسب سابق بہت کوشش کی کہ مجاہدین کی اہم پیشرفت سے عوام بے خبر رہیں، لیکن ان کی کامیابی اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں نہ صرف افغان عوام کو خوب پتہ ہے بلکہ عالمی سطح پر یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ طالبان ملک کے اہم مقامات پر دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے میں اہم پیشرفت کررہے ہیں، حال ہی میں طالبان نے ملک کے مختلف علاقوں اور صوبوں میں اہم کامیابیاں سمیٹ کر دشمن کو دندان شکن جواب دیا یہاں پر قارئین کی دلچسپی کی خاطر چند اہم بڑی کامیابیوں سے متعلق گزارشات پیش خدمت ہیں۔

ماہ رجب کی 29 تاریخ کو میڈیا نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں لکھا گیا تھا کہ صوبہ روزگان میں امریکہ کے اہم بااعتماد اور ظالم کمانڈر حکیم شجاعی کو قتل کردیا گیا ہزارہ قوم سے تعلق رکھنے والے شجاعی نہایت ظالم اور سنگ دل انسان تھا، اس کے پاس سینکڑوں مسلح افراد رہوتے تھے، وہ امریکہ کے اہم اور بااعتماد کمانڈر تھا جس نے صوبہ غزنی اور صوبہ روزگان میں قابض افواج کے لئے بہت سی بہیمانہ کارروائیاں انجام دی تھیں اور نہتے شہریوں پر المناک مظالم ڈھائے وہ اپنے ظلم کی وجہ سے کافی مشہور تھا، روزگان میں درجنوں شہریوں کو شہید کیا، ان کے گھروں کو نذر آتش کرکے مکینوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، وہ سرعام شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنا کر لطف اٹھاتا، روزگان میں ان کی سینکڑوں چیک پوسٹیں قائم تھیں۔ کابل حکومت بھی ان کے سامنے بے بس تھی، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے نہ صرف مجاہدین کی کارروائیوں میں تیزی آئی بلکہ ان کے خلاف عوامی نفرت بھی بڑھتی چلی گئی مذکورہ تاریخ پر اس کے خلاف مجاہدین نے اہم کارروائی کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں اس کے کچھ ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، کچھ غیر مسلح کردیئے گئے اور یوں ان کی تمام چیک پوسٹیں ختم کردی گئیں۔

31 مئی کو امریکہ کے ساتھ قیدیوں کے تبادلے میں امارت اسلامیہ کے پانچ اہم رہنما رہا ہوئے جن میں چیف آف آرمی سٹاپ مولوی محمد فاضل مظلوم، صوبہ بلخ کے گورنر مولوی نوراللہ نوری، سابق وزیر داخلہ اور ہرات کے گورنر مولوی خیراللہ خیرخواہ، مولوی عبدالحق وثیق اور مولوی محمد نبی عمری شامل ہیں، ان اہم رہنماؤں کی رہائی بلاشبہ امارت اسلامیہ کی اہم کامیابی تصور کی جائے گی، سفارتی وسیاسی حوالے سے ان کی رہائی مجاہدین کی بڑی فتح ہے، عالمی سطح پر اس خبر کو بڑی پذیرائی ملی اور مسلمانوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا امریکی برگڈال کو مجاہدین نے چند برس قبل صوبہ پکتیکا میں گرفتار کیا تھا۔

افغانستان میں قائم فوجی اڈوں کو خالی کرنے کے سلسلے میں 3 جون کو امریکی فوجیوں نے وسطی ایشیا کے مشہور فوجی اڈے مناس کو خالی کردیا اور اس میں تعینات تمام فوجی وہاں سے چلے گئے، مناس فوجی اڈہ قرغزستان میں واقع ہے جو امریکیوں کے زیر استعمال تھا، ایک دہائی قبل امریکہ نے اس اڈے میں اپنے فوجیوں کو تعینات کرکے یہ عزم کیا تھا کہ اس اڈے کے توسط سے قریبی ممالک کو اپنے زیر اثر لایا جائے گا لیکن جب افغانستان میں امریکہ کو شکست

102

torkham

ہوئی اوران کے تمام منصوبے ناکام ثابت ہوئے اوراس کاغرور خاک میں ملادیاگیاتوافغانستان میں فوجی اڈوں کوخالی کرنے کے ساتھ مناس فوجی اڈہ کوبھی خالی کردیااس پر بعض احباب نے فیس بک پرلکھاکہ طالبان نے مناس فوجی اڈہ فتح کیا،ان کااشارہ اس طرف تھاکہ مناس سے امریکیوں کاانخلاء دراصل افغان جہادکی برکت ہے اورطالبان نے اپنی قربانیوں کی بدولت وقت کی سپرپاورکوشکست دیکراس کے تمام منصوبوں کوناکامی سے دوچار کردیا۔

9جون کوامارت اسلامیہ کے چارمجاہدین نے ننگرہار کے جلال آبادشہر کے قریب امریکی اڈے پرحملہ کیاجس کے نتیجے میں 113ٹرالرگاڑیاں،200فوجی وسائل اوردیگر عسکری سازوسامان جل کرراکھ ہوااوراسی روز مجاہدین نے صوبہ روزگان کے ضلع چارچینومیں دشمن کے آٹھ مورچے فتح کرکے علاقے سے ان کاصفایاکردیا۔

عالمی سطح پر10جون کوعالم اسلام کویہ بڑی خوشخبری ملی کہ عراق میں دولۃ الاسلامی فی العراق والشام کی قیادت میں مجاہدین صوبہ الانبارسے گزرکرنینوامیں داخل ہوگئے اوراس کے بعددوسرے بڑے شہرموصل پرکنٹرول حاصل کیااس عظیم فتح کے بعدمجاہدین کی پیشرفت جاری رہی یہاں تک کہ تکریت،القائم اورحتی کہ بغدادکے دروازوں تک مجاہدین پہنچ گئے،عالمی سطح پراسلام دشمن عناصربوکھلاگئے اور مسلمانوں میں خوشی کی لہردوڑگئی،عراقی مجاہدین کی ان عظیم فتوحات سے مجاہدین میں ایک نیاجذبہ پیداہوااورمسلمانوں کے حوصلے بلندہوگئے۔

14جون کوافغانستان میں مجاہدین نے ایک بارپھراہم کامیابیاں سمیٹتے ہوئے صدارتی انتخابات کے موقع پرپہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت صبح سے شام تک مسلسل حملوں کاایک بارپھرریکارڈقائم کیا،اسی روزشام کوامارت اسلامیہ کے ترجمان محترم ذبیح اللہ مجاہدنے ایک اعلامیہ جاری کرتے ہوئے کہاکہ خیبرآپریشن کے تحت آج صبح سے شام تک امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین نے پورے ملک میں امریکی فرمائش پرمنعقدہ جعلی انتخابات پربڑے پیمانے پرحملے کئے،ان حملوں میں سیکورٹی فورسز،انتخابی مراکز،کابل انتظامیہ کے اہلکاروں،پولیس اورالیکشن عملہ کونشانہ بنایاگیا،مجموعی طورپرپورے ملک میں اسی روز868حملے کئے گئے صوبوں کے لحاظ سے سلسلہ وارترتیب درج ذیل ہے۔

ننگرہار107
کنڑ62
قندوز55
لوگر55
غزنی44
پروان42
زابل40
لغمان38
پکتیا36
پکتیکا30
نورستان29
خوست27
بغلان26
کابل24
میدان وردگ23
فاریاب22
کاپیسا21
ہرات20
ہلمند19
روزگان16
غازی آباد15
فراہ14
قندہار13
بلخ13
غور13
جوزجان13
بدخشان12
بادغیس12
سرپل9
سمنگان8

بامیان 4

نیمروز 3

تخار 2

پنجشیر 1۔

18 جون کو صوبہ غور کے ضلع پسابند میں مجاہدین نے دشمن کے خلاف اہم کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے اہم کامیابیاں حاصل کیں، چوبیس گھنٹوں تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں دشمن کے بارہ مورچے فتح ہوگئے اور سیکورٹی اہلکار فرار ہوگئے، اس کارروائی میں مجاہدین نے ایک ٹینک، پانچ فوجی گاڑیاں، چالیس موٹر سائیکلیں، ایک عدد توپ، ایک عدد مزائل، تیس کلاشنکوفیں اور ہزاروں کی تعداد میں گولیاں برآمد ہوئیں، یہ کامیابی غور کی حالیہ تاریخ میں پہلی عظیم کامیابی تھی۔

غور میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اگلے روز ننگرہار کے سرحدی شہر طورخم میں واقع امریکی اڈے پر تین فدائی مجاہدین نے حملہ کیا جس کے بعد سارا دن جنگ جاری رہی، اس جنگ میں دشمن کو حسب سابق کافی جانی ومالی نقصان پہنچا، 119 ٹرالر، 96 فوجی ٹینک اور دیگر فوجی وسائل مکمل طور پر تباہ ہوگئے۔

ان عظیم فتوحات کا سلسلہ جاری رہا 21 جون کو صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے چاروان قلعہ میں مجاہدین نے دشمن پر تابڑتوڑ حملہ کیا جس میں دشمن کے 25 اہلکار مارے گئے، 7 مورچے فتح ہوئے جبکہ کچھ فرار ہوگئے اور کچھ فوجیوں کو اسلحہ سمیت گرفتار کرلیا گیا۔

ان تمام واقعات پر میڈیا نے چشم پوشی اختیار کی، ان تمام عظیم فتوحات نے ثابت کردیا کہ مجاہدین روز بروز فعال اور مضبوط ہورہے ہیں جبکہ دشمن کی قوت ختم اور وہ کمزور ہورہے ہیں۔

ان فتوحات سے ہم یہ نتائج اخذ کرسکتے ہیں کہ مجاہدین اللہ کے فضل وکرم سے کامیابی سے ہمکنار ہورہے ہیں اوران کا دشمن ہر جگہ ناکامی سے دوچار اور بوکھلاہٹ کا شکار ہے، شکست ان کا مقدر ہے، ہمیں اللہ تعالی سے امید ہے کہ فتوحات کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہے گا اور اسلام کے دشمن حق کے مقابلے میں نیست ونابود اور رسوا ہوجائیں گے۔ وماذالک علی اللہ بعزیز

***

بقیہ از: خلافتِ راشدہ اور سیکولر جمہوریت

جس نے ... آزادی اظہار رائے کے نام پر دیگر مذاہب کے معصوم انبیاء، بے گناہ اولیاء اور محترم و معزز شخصیات کی بے حرمتی، گستاخی اور سب و شتم کو قانونی تحفظ فراہم کیا ہو اور جو نظام ... ملکی معاملات چلانے کے لیے اُن انسانی عقلوں سے رائے لے، جو ایک لمحے میں کچھ کہتی ہیں اور دوسرے پَل اُن میں ایک یکسر مختلف خیال جنم لیے انگڑائیاں لے کر تضاد اور انتشار کی پرورش کر رہا ہوتا ہے۔۔۔ اس کے بالمقابل خلافتِ راشدہ کے بنیادی مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بتائیں: دوسرا نظام وہ ہے... جس نے بنی آدم کے فطری تعلق، مذہب وانسان کے ربط کو مضبوط کیا ہو، جس نے... قرآن وحدیث میں بیان کردہ تمام مخلوقات کے واضح اور غیر مبہم حقوق کو متعین کر کے سکون و اطمینان کی فضا پیدا کی ہو، جس نے... عدالتی تاریخ کا سب سے سستا اور آسان ترین نظام انصاف پیدا کر کے مظلوم کے آنسو خشک ہونے سے قبل ہی اسے انصاف فراہم کر دیا ہو، جس نے ... امیر و غریب اور حاکم و محکوم کے درمیان استثنائی کیفیت ختم کر کے سربراہ و ماتحت کے درمیان کوئی بھی فاصلاتی خلیج پیدا ہونے سے روک دی ہو، جس نے ...بے حد شفاف نظامِ اقتصاد مہیا کر کے ایسی آزادانہ تجارت کو فروغ دیا ہو، جو دولت کو گردش میں رکھ کر امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر ہونے سے بچایا ہو، جس نے... ذمیوں کے سیاسی حقوق متعین کر کے انہیں اپنے مذہب پر آزادانہ عمل داری کا موقع فراہم کیا ہو، جس نے... اپنے ماننے والوں کو لسانی، نسلی اور علاقائی تعصبات سے پاک رکھ کر انہیں ایک ہی پرچم کے سائے تلے جسدِ واحد بنا دیا ہو، جس نے... احترام کا اعلی درجہ اختیار کرتے ہوئے اپنے تو اپنے، دیگر مذاہب کی قابلِ احترام شخصیات کو بھی وہ احترام دیا ہو، جو خود انہی کے ماننے والے بھی دینے سے قاصر رہے ہیں، جس نے... جہاں بانی کے لیے ناقص عقلوں کے بجائے اس قرآن و حدیث سے راہ نمائی لی ہو، جس کی درستگی اور کاملیت کو آج تک کوئی چیلنج نہیں کرسکا...۔ اِن دونوں میں سے کون سا نظام... سلیم الفطرت، کامل اور جدید و قدیم دنیا کے ہر مسئلے کا حل اور اس کی اہلیت اپنے دامن میں لیے رکھتا ہے!؟!

استشراقیت اور جمہوریت

عبداللہ

ہمارے یہاں کا اصل جمود یہ نہیں... جس کا رونا مغرب سے متاثر جدت پسند روتے رہتے ہیں، 'آخر علمائے دین پتھریلے دور کے افسانوی اجتہاد کے دریچوں سے نکل کر نت نئے اکتشافات و اجتہاد کیوں نہیں کرتے ہیں؟! کیا وجہ ہے کہ ان کی آنکھ سوا چودہ صدیوں کے اِس پار دیکھنے سے ڈرتی اور کتراتی ہے!؟ '... بلکہ حقیقی، خوف ناک اور زہریلا طرزِ فکر اور جمود وہ ہے، جو برصغیر میں سرسید احمد خاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس سوچ اور زاویے کے پیروکار ڈیرھ صدی سے امریکن ٹیکنالوجی، یورپی علمیت اور اور مغربی طرزِ معاش کے تہذیبی ارتقاء کی گہرائی سے واقف اور باخبر ہوئے بغیر ہی استشراقی عقلیت کے ترازو اور پیمانے پر اسلام کو تولتے ہیں۔ جب وحی الٰہی کے نور سے کنارہ کش رہنے والے ملحدین کے فتنہ پرور دماغی ترازو میں اسلام کی شخصیت ٹھیک طرح سے فِٹ نہیں بیٹھتی، تو انگریزی خطابات کا تمسہ لینے والے ہمارے نام نہاد مسلم زعماء استشراقی خیالات و تفکرات سے متاثر ہو کر اسلام کو قابلِ مرمت سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

آج کے دور میں اس کی زندہ مثال جاوید احمد غامدی اور اسی قبیلے کے دیگر افراد ہیں۔ جاوید احمد غامدی صاحب کا کہنا ہے: "اقبال کا ایک بہت ہی مشہور شعر ہے:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اس انتہائی خوب صورت شعر کو بڑا ہی غلط سمجھا گیا ہے۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کرتے وقت یا سیاسی جدوجہد کرتے وقت سب مسلّمہ دینی اخلاقیات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ ان اخلاقیات میں انصاف، مشورہ، مکالمہ، تنقید کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا، جھوٹے پروپیگنڈوں سے اجتناب، غلط دعوں سے احتراز، عوام کو غلط بیانی کے ذریعے گمراہ نہ کرنا، محنت اور ہر وقت ملک کی بھلائی کے لیے سوچنا جیسی اقدار شامل ہیں۔ اگر ان مسلمہ اخلاقیات سے ہٹ کر سیاست کی گئی اور امورِ مملکت انجام دیے گئے، تو اس کا نتیجہ ملک و قوم کے لیے تباہی اور بدترین ڈکٹیٹر شپ کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہ بھی ایک بہت اہم حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات میں تو یہ اخلاقیات شامل ہیں ہی، لیکن دنیا کے سب اہم مذاہب میں یہ اخلاقیات شامل ہیں۔ گویا یہ عالمگیر اخلاقیات ہیں، جن پر عمل ہر قوم اور ملک کے لیے ضروری ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں کے کچھ لوگوں نے اس شعر کو بالکل مختلف معنی پہنا دیے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ سیاست لازماً دین کے نام پر ہونی چاہیے اور دین کے لیے ہونی چاہیے۔ اگر سیاست میں دین کا نام نہیں لیا گیا، تو اس سے چنگیزیت جنم لے گی۔ یہ اس شعر کی بالکل غلط تعبیر ہے۔ درج بالا مسلمہ اخلاقیات سے ہٹ کر اگر دین و سیاست کے آپس کے تعلق پر غور کیا جائے، تو صرف دس فیصد امور کا تعلق ان دونوں کے مشترکہ دائرے سے ہے اور نوے فیصد کا تعلق اس کے دائرے میں نہیں آتا۔ ظاہر ہے کہ ان نوے فیصد امور کے متعلق مختلف پارٹیوں کا ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ نقطہ نظر ہو گا۔ جہاں تک اس دس فیصد حصے کا تعلق ہے، جن میں دین و سیاست مشترک ہو جاتے ہیں، وہاں بھی تعبیر، تشریح اور حالات کے مطابق حکمت عملی اختیار کرنے پر اختلاف ہو گا۔ یہی اختلاف سیاسی تنظیموں کو جنم دیتا ہے۔ اسی کی بنیاد پر عوام فیصلہ کرتے ہیں اور ایک جمہوری ملک میں اجتماعی زندگی کا پہیہ رواں دواں رہتا ہے۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومتی امور چلاتے اور سیاست کرتے وقت مسلمہ دینی اور عالمگیر اخلاقیات کا خیال رکھا جائے۔ جو پارٹی ان اخلاقیات کا جتنا زیادہ خیال رکھتی ہے، اُتنا ہی اُس کی سیاست خیر اور شورائیت سے قریب تر رہتی ہے اور چنگیزیت نہیں بننے پاتی۔"

غامدی صاحب اپنی بات کہنے میں کافی ماہر ہیں۔ البتہ اتنی بات یاد رہنی چاہیے کہ انہوں نے جن مسلمہ اخلاقیات کا ذکر کر کے دین کو سیاست سے علیحدہ کرنے کی ایک خفیہ کوشش کی ہے، یہ سراسر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

تعلیمات سے ہٹ کر ہے۔ غامدی صاحب کی مذکورہ بالا اخلاقیات دنیا کے جن تمام اور 'اہم مذاہب' میں موجود ہیں، تو اوّلاً وہ مذاہب ہی اب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ ثانیاً اسلام سے ہٹ کر جن مذاہب میں یہ اخلاقیات موجود ہیں، ان کے ماننے والے کب اور کون سی دنیا میں ان اخلاقیات پر عمل پیرا ہیں۔ (یقیناً اس بدیہی معاملے کی مزید تشریح میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔) اور یہ بات تو کسی بھی علم سے شغف رکھنے والے کو نہیں فراموش کرنی چاہیے کہ آج کے دور میں دیگر مذاہب کے پیروکار... بالفرض جن اخلاقیات پر عمل پیرا ہیں، وہ بھی تو اسلام ہی سے ماخوذ ہیں۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں درج حقوق نامہ کہاں سے لیا گیا ہے؟ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع ہی سے لیا گیا ہے۔ تو جب دوسرے مذاہب یعنی اقوام متحدہ کے بڑے عہدہ دار عیسائی اور یہودی... ہمارے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے محتاج ہیں، تو ہم مسلمان یہاں یہ کیوں نہ کہیں کہ اقبال کے شعر میں موجود لفظ 'دیں' سے اہل اسلام کا مکمل دین... اپنے بنیادی عقائد، اخلاقیات، حدود و تعزیرات، عبادات سمیت دین اسلام کے ذاتی اصولِ سیاست سے ہی تعبیر ہے۔ غامدی صاحب اقبال کے شعر کی تشریح میں 'غور و فکر' کے دوران دوسری ٹھوکر کھاتے ہوئے کہتے ہیں: 'دین اور سیاست کا آپس میں تعلق صرف 10 فیصد ہے۔ باقی 90 فیصد دین کا سیاست سے اور سیاست کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔' یہ آنجناب کی ایک انوکھی اور عجیب و غریب منطق ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسی دانش کا تخیل ہے، جس کی عقلِ سلیم اور وحی الٰہی کی جانب سے کوئی سند نہیں مل سکتی۔ حالانکہ اگر کسی بھی سیاست کا دین سے ایک فیصد تعلق بھی کسی بھی موڑ پر ٹوٹ رہا ہو، تو یہ اس سیاست کی کم بختی اور اس کے مذموم ہونے کے لیے کافی ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً" اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ... غامدی صاحب مسلمہ اخلاقیات کی ایک طولانی لسٹ گنواتے ہوئے تیسری ٹھوکریوں کھاتے ہیں کہ وہ اپنی 'بنیادی اخلاقیات' میں دین کے عقائد، حدود و تعزیرات، عبادات اور دین اسلام کے اصولِ سیاست کو سرے سے بھول ہی گئے ہیں۔ اور سیاست کے انجام کار کے طور پر دنیاوی فائدے ہی کو حرفِ آخر گردانتے ہیں۔ جب کہ اہل اسلام کی سیاست کا انجام 'اعلائے کلمۃ اللہ' ہی شمار کیا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے " الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ..." جب ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کرتے ہیں، تو وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں... غامدی صاحب نے اخلاقیات کی جو لمبی چوڑی لسٹ شمار کی ہے، انہیں تو وہ دین... اُن کے مطابق جس کا صرف 10 فیصد حصہ ہی سیاست کے لیے راہ نما ہے، وہ اُن اخلاقیات کو صرف "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے ایک مختصر سے جملے میں ہی بیان کر دیتا ہے۔ یہیں سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ غامدی صاحب دین کے کتنے بڑے حصے کو اپنی غلامانہ استشراقی دانش سے مٹا دینے کی سازش میں مگن ہیں۔

اصل بات وہی ہے جو تجدد پسندوں کے ایک نفسیات شناس نے کہی ہے "کہ ہمارے یہ استشراق زدگان مسلمان مغرب سے اتنے متاثر ہیں... بس مغرب کا کالا کٹ کتا بھی قضائے حاجت کر رہا ہو، تو یہ اسے بھی ایک انوکھی شے جان کر انسپائر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح 'اسلامی جمہوریت' بھی مغرب کی ایک ایسی ہی گولڈ میڈلسٹ حسینہ ہے، جس کو ہمارے کچھ دین مزاج بھائی بیاہ لائے ہیں۔ انہوں نے اس کو اِدھر کے معاشروں کے قابل قبول ہونے کے لیے کلمہ پڑھایا ہے۔ احساسِ کمتری کی ماری قوم کے لیے اس کے رعب میں آنے کے لیے اس کا بدیسی ہونا ہی کافی تھا۔ ارے واہ! اتنی گوری اتنی چٹی 'کلمہ پڑھی ہوئی جمہوریت'! انہوں نے ہاتھ لگانے کی بھی جرأت نہ کی اور دور سے ہی دیکھ کر خوش ہو گئے کہ لو! ایک کلمہ پڑھی گوری اپنے ہاں بھی آئی ہے۔ اس نے ہمارے رواج توڑے، دستور توڑے، آزادی کے نام پر ہر بے حیائی اور غیر اخلاقی اقدار کو اندر لے آئی، لیکن قوم خوش ہی رہی کہ کلمہ پڑھا رکھا ہے!! معاشرت کے نام پر یہ ہر اس میدان میں اسی طرح ناچنے لگی، جو کہ غیر قوموں کا دستور تھا۔ لوگ پھر بھی مطمئن رہے کہ اس نے کلمہ پڑھا ہوا ہے۔ اس نے ہر شرک و کفر کو ایک جواز دیا، ہر ظالم کو اقتدار تک پہنچنے کا راستہ دیا، دین کے ہر ناناجی کو سمجھوتہ کرنا سکھایا، کلمے کا سہارا لے کر ہر چیز کو عام کیا، اور قوم... محلے داروں کی طرح اسی بات پر خوش رہی کہ اس نے کلمہ پڑھا ہوا ہے! اگر کسی نے بہت زیادہ شرمندگی محسوس کی بھی تو نانا نانی جی کی طرح سر جھکا کر یہی کہا کہ 'بیٹا وہ کلمہ پڑھی ہوئی ہے۔ یوں نہ بولا کرو، نصیب پھوٹ جائیں گے۔'

اے مسلم قوم! آج بھی وقت ہے۔ ہمارا بہت کچھ استشراقی اور جمہوریت، یہ دونوں کلمے کے بھیس میں برباد کر چکے ہیں۔ اور جو باقی بچا ہے، ہمارے نہ سنبھلنے کی صورت میں وہ بھی برباد کر دیں گے۔ خدا کے لیے سمجھ جائیں اور اس اسلامی جمہوریت کو تین طلاقیں دینے کے ساتھ ساتھ استشراقیوں کو ایک ناسور کی طرح کاٹ کر پھینک دیں۔ ورنہ وہ آپ کو کہیں کا نہیں چھوڑیں گے۔ نہیں سمجھو گے، تو یوں خدا ملنے سے رہا اور وصالِ صنم بھی نہیں پا سکو گے۔

اے عبرت والو! نصیحت حاصل کرو۔

خلافتِ راشدہ اور سیکولر جمہوریت

محمد فرہاد جانباز

خلافت اور جمہوریت کا راستہ... پہلا قدم اٹھاتے ہی الگ ہو جاتے ہیں۔ ایک کی راہ میں... گلشن زندگی کو تروتازہ رکھنے والی بہار ملتی ہے اور دوسرے کی راہ میں... بے سکونی و بے اطمینانی کی گرم ہوائیں چلتی ہے۔ مسلمان ... اسلام کے پیروکار ہیں۔ ان کے لیے اسلام نے ایک علیحدہ نظامِ زندگی مہیا کر رکھا ہے۔ اور یہ اہلِ اسلام کے آسمانی مذہب... اسلام کی ہی امن بخش خصوصیت ہے۔ کفار... نفسانی خیالات کے پرستش کنندہ ہیں۔ ان کے لیے شیطان نے اپنی تابع داری کو خوش نما بنا رکھا ہے۔ اور یہ اہلِ کفر کے آسمانی پھٹکار یافتہ دجال... شیطان کی ہی فساد خیز خصوصیت ہے۔

ہم یہاں اس بات پر غور و فکر کی کڑیاں ملاتے ہوئے پیش قدمی جاری رکھیں گے: آخر وہ کیا چیز ہے، جس نے اسلام کو تمام مذاہبِ ساویہ سے انوکھی شان سے نوازرکھا ہے...؟ اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب ایک محدود وقت میں ایک مخصوص قوم کی راہ نمائی کے لیے آئے تھے۔ جب ہر ایک نے اپنے متعین دورانیے کا کردار پورا کر لیا، تو اسے منسوخ کر دیا گیا تھا۔ لیکن دینِ اسلام کا معاملہ ماقبل کے تمام مذاہب و ادیان سے یکسر مختلف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم... اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ ان کا پیغمبرانہ کردار قیامت تک کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ یہی وہ وجہ ہے، جو یہاں یہ فرق پیدا کرتی ہے کہ منسوخ ادیان کے اصول و ضوابط میں وسعت و زرخیزی نہیں تھی۔ خصوصاً نظامِ زندگی کے اہم پہلو، سیاست اور حکومت کے معاملات میں بھرپور اور ہر لحہ تازہ رہنے والی راہ نمائی و راہبری کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ آج جب کہ عیسائیت و یہودیت کا اصل چہرہ ہی دنیا سے عنقا ہو گیا ہے، اَب چراغِ رُخِ زیبا لے کر وعدۂ فردا لے جانے والے عشاق کو ڈھونڈنا تو ممکن ہے، لیکن منسوخ مذاہب کی روح تلاش کرنا ناممکن ہے۔ جب کہ اسلام کے دامن میں وسعت و زرخیزی کا ایک گلشن، ہر لحہ لہلہاتا رہتا ہے۔ اسی لیے اسلام... آج کی جدید دنیا کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور رائی سے لے کر پہاڑ تک کی، ہر الجھن کو سلجھانے کی اہلیت و قابلیت سے مالا مال ہے۔

اسلام اور یہودیت و عیسائیت کے زمینی حقائق کے عین مطابق اس منصفانہ موازنے کی فکری کڑی جوڑنے کے بعد یہ جان لینا بھی مفید ہے کہ اسلام اپنی فلسفیانہ روح، اپنے اصول، اپنے ضوابط، اپنے قانون اور اپنے بنیادی طرزِ غور و فکر پر کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کرتا ہے۔ البتہ اپنی اس بنیاد کو قائم رکھتے ہوئے حالاتِ حاضرہ کے مطابق عملی کردار کے لیے طریقۂ کار میں توسع اور وسعت اختیار کرلیتا ہے۔ یہ ایک مقامِ غور و فکر ہے آج کے دور میں جب ہم مسلمان ہونے کے ناطے عالمِ اسلام کے تمام مسائل کا فطری حل... جہادِ فی سبیل اللہ اور خلافتِ راشدہ کے نظام کو ہی باور کرواتے ہیں اور جمہوریت کو ایک کافرانہ طرزِ حیات کے روپ میں دکھاتے ہیں، تو یک لخت ہماری مراد ... جمہوریت کے نظام اور عملی طریقۂ کار... ہر گز نہیں ہوتی ہے، بلکہ اولاً جمہوریت کا فلسفہ، اس کی روح اور اس کی غرض ہوا کرتی ہے۔ جب کہ ثانوی طور پر اس کا نظام ہمارا ہدف ہوتا ہے۔ (جمہوری نظام کے بارے پھر کبھی عرض کریں گے۔ انشاء اللہ) مَیں یہاں فکری شدت کا عنصر لیے اذہان کے افکار میں کسی بھی چیز کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کا یہ بنیادی تصور قائم کرنا چاہوں گا: ”کسی بھی فلسفے کی صحت و منزلت... اس کی غرض و غایت، شرائط و حدود اور ضوابط پر موقوف ہوتی ہے۔ جیسے دفاعی جہاد کی غرض و غایت... اسلامی نقطۂ نظر سے ملک گیری اور جاہ و مال کا حصول ہر گز نہیں ہے، بلکہ زمین سے فساد کو ختم کر کے بندگانِ خدا کو انصاف فراہم کرنا ہے، جو کہ عین منشائے الٰہی ہے۔ قرآن مجید میں یہی بات یوں مذکور ہے:[1] ” . . وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ“۔[2] ” . . قَاتِلُوْهُمْ

حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ‘‘۔۳... ’’رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا‘‘۔۴’’ . . .أُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا‘‘۔اس بات کا خلاصہ یہ نکلا کہ دفاعی جہاد کی غرض وغایت ’اجتماعی فتنے کا استیصال‘ کرنا طے کیا گیا ہے۔اب اسی بنیاد پر خلافت اور جمہوریت کی غرض وغایت اور ان کے مابین موجود باریک فرق کو ملاحظہ کرتے ہیں :

’’جمہوریت..... آج کی تجدد پسند دنیا میں اس کا سب سے مشہور تعارفی جملہ یہ ہے :\"Government of the people by the people for the people\" یعنی یہ عوام کی حکومت ہے، عوام کے ذریعے سے ہے اور عوام ہی کے لیے ہے۔ آج تک ماہرینِ جمہوریت اس کے وجود کی تعریف و مقصد، اس کے قیام کی غرض وغایت اور اس کے استحکام کی منشاء واضح کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ بہ ہر حال، کوئی یہ کہنے میں کامیاب ہوگیا ہے: ’جمہوریت کا مقصد... فی نفسہ حکومت قائم کرنا ہی ہے۔‘ لیکن دلیل کی دنیا میں اس آوارہ خیالی کو کسی نے بھی چارا نہیں ڈالا ہے۔ کسی دوسرے نے کہا ہے: ’جمہوریت کا مقصد... زیادہ سے زیادہ لوگوں کو خوشی فراہم کرنا ہے۔‘ لیکن وہ یہاں اس سوال کا جواب دینے سے عاجز رہے ہیں کہ عوام کے لیے عوام کے ذریعے سے قائم ہونے والی عوام کی حکومت میں کس فرد کو کس بات میں خوشی حاصل ہوتی ہے اور کس عامی کو کس کام میں سرور ملتا ہے؟ زندگی کی بھول بھلیوں میں خوشی ایک اضافی چیز ہے۔ یہاں کیا معیار ہے جس کی رُو سے پتا چل سکے کہ ہم قانونی طور پر جو طے کر رہے ہیں، اس سے تمام عوام کو خوشی مل سکتی ہے؟اور یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ جب جمہوریت کا مقصد عوام کو خوشی پہنچانا قرار پایا ہے، تو جب آدھے عوام کو خوشی فراہم نہیں کی جاسکی ہے، تو پھر اس نظام کا فائدہ ہی کیا ہے... جو اپنے قیام کا مقصد ہی پورا نہیں کر سکتا؟! پھر یہ کہ کس کام میں زیادہ خوشی پنہاں ہے اور کس میں کم لذت ملتی ہے؟! اگر عوام کی خوشی کا راز... بداخلاقی اور بے حیائی و عریانی میں مضمر ہے، تو گویا جمہوریت کا مقصد بھی ان فضولیات کا قیام قرار پائے گا۔ ایک تیسرے نے مقصدِ جمہوریت واضح کرتے ہوئے کہا ہے: ’جمہوری حکومت کا مقصد... عوام کے حقوق کا تحفظ ہے۔‘ لیکن یہاں پھر وہی سوال آن کھڑا ہوتا ہے: آخر عوام کے وہ کون سے حقوق ہیں، جن کی تعیین اور جن کا تحفظ جمہوری حکومت کی ذمہ داری قرار پایا ہے؟ انسان کی فطرت میں موجود تجدد پسندی کے عنصر کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے عوام اپنی اسی فطرت کے پیشِ نظر آج ایک چیز کو اپنا حق باور کراتے ہیں، تو کل اس سے انکاری ہو کر کسی نت نئے آوارہ خیال کو قانون کا درجہ دے دیتے ہیں۔ اس کی واضح ترین مثال برطانوی پارلیمنٹ میں ’ہم جنس پرستی‘ کے حوالے سے پیش ہونے والا بل ہے۔ اس کا قصہ بہت ہی عبرت ناک ہے۔ جب یہ بل پیش ہوا تھا، تب کم ہی لوگ اس کے حامی تھے۔ انہوں نے اس میں موجود اختلافِ رائے کو ختم کرنے کے لیے ایک کمیٹی بہ نام \"Wolfendern committee\" بنائی تھی۔ اس کمیٹی نے مفکرینِ وطن، دانش ورانِ قوم اور اعلی مرتبہ افراد کے ساتھ باہمی گفت وشنید کے ذریعے رائے عامہ کا جائزہ لیا۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا: ’’اگرچہ لواطت و بدکاری اور ہم جنس پرستی ایک قبیح عمل ہے، مگر ہماری ’جمہوری مجبوری‘ یہ ہے کہ برطانیہ کے جمہوری دستور کی عمارت کسی اچھائی اور برائی کے فلسفے پر تعمیر نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے عوامی نمائندوں نے ایک خیال متفقہ طور پر منظور کیا ہوا ہے کہ عوام اپنے لیے کوئی بھی قانون وضع کرنے میں آزاد ہیں۔ لہذا قانون ایک الگ شے ہے اور اخلاقی دائرہ ایک بالکل جُدا چیز ہے۔ اسی بنیاد پر جب تک عوام کی جانب سے کسی گناہ اور بدکاری کو جرم کے زمرے میں نہیں داخل کیا جاتا، تب تک قانون اس حوالے سے ہاتھ پاؤں مارنے کا ہرگز مجاز نہیں ہے۔ اب جب کہ عوام کی طرف سے ہم جنس پرستی کو پسندیدہ قرار دیا جارہا ہے، تو ہم عوامی نمائندے اس امر پر مجبور ہیں کہ عوامی رائے کا احترام کرنے کے ساتھ ساتھ اس رائے کی حمایت میں درپیش بل کو تسلیم و منظور کرلیں، کیوں کہ عوام نے ہم جنس پرستی کو ’اپنا حق‘ کہہ دیا ہے!‘‘ چناں چہ اس رپورٹ کے بعد برطانیہ میں ’ہم جنس پرستی‘ قانوناً جائز ہے۔ یہاں سب سے دل چسپ بات یہ ہے جمہوریت کا آخری مبینہ مقصد... تحفظِ حقوق... باقی تمام مقاصد سے زیادہ مقبول اور تقریباً ہر جمہوری ملک میں رائج ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، جہاں اللہ کے راستے کو چھوڑ کر کامیابی کا راستہ تلاش کیا جائے... وہاں کامیابی کا ملنا تو رہا ایک طرف، ایسا شخص، ایسا معاشرہ اور ایسا ملک شہوت پرستی میں لگ جاتا ہے اور مادے کو ہی سب کچھ جان کر روحانی اور اخلاقی قدروں سے کنارہ کش ہو کر وہ ایک ایسی سوسائٹی کا حصہ بن جاتا ہے، جو ظاہری محسوسات، وقتی لذتوں اور عارضی فائدوں کے سوا کسی اَور چیز کا قائل نہیں

ہوسکتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اگر آج ہم سیکولر جمہوریت کی یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے کوئی تعریف متعین کریں تو اس کی سب سے بہترین تعبیر یہی ہوسکتی ہے: ' اپنے ہدف تک پہنچنے کے لیے ہر قسم کے وسیلے کو اختیار کیا جائے، چاہے وہ وسیلہ ... دھوکہ اور فریب کاری ہی کیوں نہ ہو۔ حصولِ مقصد کے لیے کسی بھی چیز کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی سیاست، دھوکے اور فراڈ سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ہے اور ایسی سیاست کا آسمانی دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ آج کے کسی بھی دیس میں رائج جمہوریت کے اعلی مقاصد میں یہ بات کہیں بھی درج نہیں ہے اچھائی کا فروغ اور برائی کا سدِباب... جمہوری حکومت کے ذمہ اہم امور میں سے ایک ہے۔ یہ اندوہ ناک صورتِ حال بلاشبہ مذہب وسیاست کا راستہ علیحدہ کردینے کی وجہ سے پیش آئی ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے یہی بات یوں کہی تھی .....:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو

جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی

بالفرض! اگر کبھی بھلے وقتوں میں جمہوریت کے اندر اچھائی کی کوئی رمق پائی جاتی تھی، تو اب اس کو 'سیکولرائز' کرنے کے بعد یہ مکمل ایک ایسا نظامِ حکومت بن گئی ہے، جو لامذہب، لادین اور آوارہ خیال ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا میں موجود مذہب، انسانیت اور اخلاق کے لیے زہرہلاہل کی شکل اختیار کرگئی ہے۔ "وولٹائر..." 17ویں صدی عیسوی میں فرانس میں پیدا ہونے والا وہ پہلا شخص ہے، جس نے عیسائی پیشواؤں کی مذہبی اجارہ داری سے تنگ آکر مذہب کے تاروپود بکھیرے اور یہ نظریہ پیش کیا کہ 'مذہب... انسان کا ذاتی معاملہ ہے۔ وہ اس کے ذریعے اپنے اندر کے انسان کو تسکین پہنچاتا ہے۔ کسی دوسرے کو اُس کے اِس کے تسکین آور عمل میں دخل اندازی کی اجازت ہونی چاہیے اور نہ ہی کوئی ادارہ یا طاقت... دوسرے کو کسی بھی مذہب کے حق اور باطل ہونے کے بارے بحث ومباحثہ میں اُلجھانے کا مجاز ہے۔ حکومت کا کام فقط عوام کے دنیاوی مفادات کا تحفظ اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ ریاست کو صرف اور صرف "سیکولراسٹیٹ" ہی رہنا چاہیے۔ اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے... حکومت کے پاس ان لاحاصل بکھیڑیوں میں الجھنے کے لیے وقت ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ 'قرآن کہتا ہے:... ''وَمَنۡ يُضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرۡشِدًا'' اور جسے اللہ گمراہ کردے، تو تم کسی کو اُسے راہ دکھانے والا نہیں پاؤگے.....

خلافت... ایک ایسا نظام جہاں بانی ہے، جس میں حاکمیتِ اعلی صرف اور صرف اللہ تعالی ہی کے لیے خاص ہے۔ اور ایک مسلمان حاکم، جس کی حکومت کو اسلامی اصولِ سیاست کی روشنی میں 'خلافت' اور بذاتِ خود اُسے 'خلیفہ' کہا جاتا ہے۔ خلیفہ اور نائب ہونے کے ناطے اس کا کام اللہ تعالی کی حاکمیت کو دنیا میں انہی اصول وضوابط کے تحت نافذ کرنا ہے... جن کو قرآن وحدیث نے بہت ہی واضح انداز میں بیان کرر کھا ہے۔ علامہ ابنِ خلدون نے خلافت کی جو تعریف کی ہے، یہی تعریف اسلام کے تصورِ سیاست اور دوسرے لادین سیاسی نظریات کے مابین ایک خلیج پیدا کردیتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: 'خلافت وہ نظامِ حکومت ہے... جس کے ذریعے لوگوں کو اُس شرعی طرزِ فکر کے مطابق چلایا جاتا ہے، جس سے اُن کی آخرت کی مصلحتیں بھی پوری ہوں اور وہ دنیوی مصالح بھی، جو مآلِ کار آخرت ہی کی بھلائی پر منتج ہوتے ہیں۔' قرآن وحدیث نے خلافت کے مقاصد میں جو امور ترتیب وار بیان کیے ہیں، وہ یہ ہیں: ''اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ'' یہ وہ لوگ ہیں، اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں، تو یہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔ اس کے بعد عدل وانصاف کا قیام بھی خلافت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ خلافتِ اسلامی کی سیاست کا یہی صحیح مطلب ہے انسانی معاشرتی نظام اسلامی اصولوں کے مطابق کو چلایا جائے۔ اس قسم کی سیاست کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کے نظام کو قرآن اور سنت کی روشنی میں چلایا جائے۔ ایسی سیاست دین کا حصہ ہے اور ہرگز اس سے جدا نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:... ''مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ'' جسے اللہ (کامیابی کی) ہدایت دے دے، وہی ہدایت یافتہ ہے .....

اگرچہ سیکولر جمہوریت کے قصیدہ گو حضرات کی جانب سے یہ نعرہ بڑی شدت کے ساتھ بہ آوازِ بلند لگایا جاتا ہے کہ 'انصاف وامن کے قیام اور بنیادی حقوق کی ادائیگی میں جمہوریت کا ایک واضح کردار موجود ہے۔ لیکن اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے یقیناً کسی سائنٹیفک مائنڈ کی ضرورت ہرگز نہیں ہے کہ ایک طرف تو جمہوریت پرست طبقہ اپنے پسندیدہ نظام کی تعریف کرنے سے انتہاء درجے کا عاجز ہے، دوسری طرف وہ اس کے مبہم کردار کو ہی حرفِ آخر باور کرانے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے۔ جب کہ صورتِ حال بھی

دنیا کے سامنے عیاں ہے۔ وہ کون سا نظامِ زندگی اور دستورِ بندگی ہے... جس نے دنیا کو ایک خالق سے جوڑنے والا طرزِ حیات، اچھائی اور برائی کے واضح پیمانے، امیر اور غریب کی تفریق کیے بغیر آسان طریقے سے حاصل کیا جاسکنے والا سستا ترین انصاف، غیر مسلم اقلیت کو اپنے مذہب پر عمل داری کا موقع، عورت کی نزاکت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کی عزت و آبرو کا تحفظ، بیٹی ہو تو باپ... بہن ہو تو بھائی... بیوی ہو تو شوہر... ماں ہو تو بیٹے کی صورت میں مالی معاملات کا کفیل مہیا کیا ہوا ہے۔ اگر حقوق کی بات کی جاتی ہے، تو جمہوریت پرستوں کو ہم پر اپنے نظام کی فوقیت کا رعب جھاڑنے کے لیے اقوامِ متحدہ کے چارٹ میں درج انسانی حقوق نامے کی لسٹ نہیں گنوانی چاہیے۔ سچی بات تو یہ ہے اسلامیت کُش جمہوریت کے فروغ میں پیش پیش دجال کا پیروکار اقوام متحدہ جن حقوق کا ڈھنڈورا ہر شہر میں پیٹ رہا ہے، وہ درحقیقت نظامِ خلافت کے ہم نوا اہلِ اسلام کے پیغمبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع سے لیے ہوئے ہیں۔ غور طلب بات تو یہ ہے، جو نظام وحی الٰہی کی روشنی سے بے بہرہ اور آوارہ خیالات کی پوٹلی بن جانے والے دماغ کی کسی گم نام رگ میں پیدا ہوا ہو، جس نے دنیا کو قتل وغارت گری، فساد دنگا، آزادیاں چھیننے کی سوچ، زبردستی مذاہب سے کنارہ کرنے، دوسرے ملکوں کی حدود میں بے جا دخل اندازی، اپنے مفادات کے تحفظ کے نام پر دوسروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے، سیکولرازم کا داعی ہونے کے باوجود دوسرے مذاہب کے طرزِ فکر، عبادات اور سرگرمیوں پر پابندی لگانے، اپنے حقوق کی حفاظت کے نام پر بے سہارا، غریب اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے تیسرے درجے کے ممالک کو بلیک میل کرنے، مساوات کے نام پر عورت کو معاشی مسائل کے جال میں پھانس کر آبرو کے لٹیرے مردوں کے بیچوں بیچ کھڑے کر دینے، جدت کے نام پر بے لباسی اور عریانیت کو عورت کا فیشن بنا دینے، آزادی کے نام پر بیٹی کو بوائے فرینڈ اور بیٹے کو گرل فرینڈ کے حوالے کر کے عزت وغیرت کو پرانا افسانہ باور کرانے، ایک بیوی کو 'ذائقہ تبدیل' کرنے کے نام پر غیر مرد کی باہوں میں جھولنے کی چھوٹ اور اجازت دے کر قبیلے کی شرافت، خاندانی نظام کے چیتھڑے اور عفت و پاکیزگی کے نظام کی دھجیاں اُڑانے کے سوا کچھ بھی نہ دیا ہو، وہ نظام... یہ بلند بانگ دعوی کن الفاظ، کس جرأت اور کس بے باکی کے ساتھ کر سکتا ہے کہ انسان کے پیدائش سے موت تک کے تمام مسائل کے حل کی اہلیت... اس کی زنبیل میں موجود ہے! جب کہ ایک طرف اس کا دامن، اس کی روح اور اس کے فلسفے میں اصول و ضوابط کی پختگی، وسعت اور ابدیت کا کوئی عنصر سرے سے موجود نہیں ہے۔ اور دوسری طرف لوگوں نے دنیا کے تقریباً آدھے حصے پر پچھتر برس تک اپنی سطوت کا ڈنکا بجانے والے نظام کے بانی کے وہ تاریخی الفاظ بھی سنے ہوں گے، جن میں لینن نے یہ بانگِ دہل کہا تھا: "دنیا نے سوشل ازم سے بہترین نظام کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔ اس نظام میں دنیا کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اس میں جدید دنیا کے تمام تقاضوں کا ساتھ دینے کا ٹیلنٹ موجود ہے۔ آج کے بعد ہمیشہ کے لیے کرۂ ارض پر یہی نظام حکومت کرے گا۔" بعد ازاں اسی کرۂ ارض کے باسیوں نے دیکھا تھا افغان جہاد کی کاری ضربوں کی بہ دولت یہ بے حد ناکارہ نظام کس طرح اپنے تمام تر بودے پن کے ساتھ ایسے برباد ہوا کہ 'گریٹر سویت یونین' کا نقشہ ہی بدل کر رہ گیا۔ یقیناً وہ دن دور نہیں ہیں، جب افغان جہاد ہی کی کمر توڑ ضربوں سے سیکولر جمہوریت بھی اپنی تمام تر برائیوں کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر جائے گی۔

یہاں پہنچ کر ہم اپنے قارئین سے یہ فیصلہ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں... آپ سیکولر جمہوریت کے بنیادی مقاصد کے فرق کو سامنے رکھتے ہوئے، کسی بھی جانب دارانہ رویے سے ہٹ کر یہ بتائیں: ایک نظام وہ ہے... جس نے ابنِ آدم کے فطری تقاضے، مذہب و انسان کے رابطے کو ختم کیا ہے، جس نے... حقوق کے مبہم لفظ کے بے جا استعمال سے انسانی معاشرے میں افراتفری کو فروغ دیا ہے، جس نے... بے حد طویل اور انتہائی مہنگی عدالتی کاروائیوں کے ذریعے مظلوم کی انصاف کی آس پر مایوسانہ انتظار کا مینہ برسایا ہے، جس نے... سربراہِ مملکت کو مجرمانہ استثنٰی کا تحفہ دے کر جرم اور مجرم کو عدالتی کٹہرے کی پکڑ اور باز پُرس سے حفاظتی ڈھال مہیا کی ہے، جس نے... سودی نظامِ معیشت کے ذریعے غریب کو بے موت مار دیا ہے، جس نے... سیکولرازم کے داعی ہونے کے باوجود دوسرے مذاہب کو اپنی تعصبانہ پالیسیوں کا زہریلا ٹیکہ لگایا ہے، جس نے... اپنی فطرت کے عین مطابق ایک قوم کو سیاسی پارٹیوں کی بنیاد پر کئی ٹکریوں میں تقسیم کیا اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہو،

بقیہ صفحہ نمبر 24 پر ملاحظہ فرمالیں۔

سجاد

افغانستان بری جگہ.....

امریکا سے بگرام ایئربیس تک امریکی صدر کا خفیہ اور غیر اعلانیہ دورہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امریکا میدان جنگ میں شکست کھا چکا ہے۔ امریکی پالیسی سازوں اور سیاستدانوں کو افغانستان کی واضح اندرونی صورتحال کا ادراک کرلینا چاہیے اور حقائق کو چھپائے رکھنے کی بجائے ظالمانہ جنگ کا خاتمہ کرلینا چاہیے۔

بگرام ایئربیس میں امریکی فوجیوں کے کمانڈر اعلی کی حیثیت سے ان سے خطاب کرتے ہوئے اوباما کے لہجے میں فتح کا احساس کم شکست کے علامات زیادہ نظر آرہے تھے۔ ان کے خطاب کے رد عمل میں امارت اسلامیہ کے موقف میں فتح کا احساس اور جنگ میں کامیابی کا حوصلہ زیادہ نظر آرہا تھا۔ اس باریک فرق کو ہر شخص جانتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ کونسا فریق شکست اور کونسا فریق فتح کی جانب گامزن ہے۔

امریکا اور افغان امور کے تجزیہ کار لکھتے ہیں: اوباما بگرام سے مایوس لوٹ رہا ہے۔ اس کے دورے کا مقصد یہ تھا کہ قریب سے جنگ کے صف اول کے کمانڈروں سے جنگ کے حوالے بات چیت کی جائے۔ آئندہ کے منصوبوں کے حوالے ان سے گفتگو کی جائے۔ مگر جنرلوں کے پھیکے پھیکے استقبال اور مرجھائے ہوئے چہروں نے انہیں بہت مایوس کردیا۔ وہ افغانستان سے عسکری انخلاء پر مصر تھے۔ انہوں نے واضح الفاظ میں اوباما سے کہہ دیا: "جنگ کو مزید طول دینا ان کے بس میں نہیں ہے۔ جنگ کی بجائے دوسرے ذرائع سے مسئلے کا حل تلاش کیا جانا چاہیے"۔ اوباما تھکی تھکی نگاہوں سے امریکا سے ان کے ساتھ آئی ہوئی ٹیم کو دیکھتے رہ گئے۔ اور پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ 2014 کے بعد امریکا کے مرتب کردہ سٹریٹجک منصوبے کا حشر پوچھا! اوباما پریشان ہوگئے۔ وہ چاہتے تھے امریکی فوجیوں کو یہاں طویل قیام کا حوصلہ اور مورال دیا جائے، مگر اس کے برعکس وہ اپنا حوصلہ بھی ہار بیٹھے۔

اگرچہ اوباما افغانستان میں رہنے والے امریکی فوجیوں اور ان کمانڈروں کی بار بار تعریف کرتے رہے۔ چرب زبانی سے انہیں بڑے بڑے القابات سے نوازتے رہے۔ انہیں ہمت دلانے کی کوشش کرتے رہے، کہ وہ یہاں {افغانستان میں} ایک عظیم جنگ لڑرہے ہیں۔۔۔۔ امریکا کے دفاع کے لیے لڑرہے ہیں۔۔۔۔ امریکا کا تحفظ کررہے ہیں۔۔۔۔ امریکا کے دشمنوں کو ختم کررہے ہیں۔۔۔۔ مگر ان کے حوصلے بلند نہ ہوئے، نہ ہی جنگ کو طول دینے پر راضی ہوئے۔ میڈیا نے اوباما کے چوری چھپے دورہ افغانستان کی ایسی توجیہہ دی کہ گویا اوباما نے امریکی فوجیوں کی تعریف کی۔ ان کے حوصلے بلند کیے، انہیں فاتحین اور بہادروں کے خطابات عطا کیے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اوباما اپنے سفر میں جنگ کو مزید طول دینے پر جنگی کمانڈروں کو قائل نہ کرسکا۔ یہی وجہ تھی کہ بہت غصے سے وہ صدارتی مراحل میں اس تقریب میں شریک نہ ہوئے جو ان کے احترام میں منعقد کی جارہی تھی۔

وہائٹ ہاوس لوٹنے کے چند گھنٹے بعد ایک تقریر میں انہوں نے افغانستان سے تمام امریکی فوجیوں کے انخلاء کے لیے وقت متعین کرنے کا اعلان کردیا۔ اور اس بات کا اعتراف کیا کہ جنگ مسائل کا حل نہیں۔ افغانستان اچھی جگہ نہیں ہے۔ انہوں نے امریکا کی خارجہ پالیسی میں چند تبدیلیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا: اب وقت بدل چکا ہے۔ امن اور آزادی کی تشریح تبدیل ہونے جارہی ہے۔ ہر مسئلے کا حل عسکریت نہیں۔ انہوں نے چار سال قبل افغانستان میں مزید فوج بھیجنے کے اپنے موقف کا دفاع کیا اور اس فیصلے کو امریکا کی سلامتی کے لیے ضروری قرار دیا۔ اسی طرح افغانستان سے واپس انخلاء کو بھی امریکی سلامتی کے لیے اہم اقدام قرار دیا۔ عراق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اوباما نے اعتراف کیا کہ عراق کے بعد افغانستان سے بھی فوجیوں کے انخلاء کی ضرورت ہے۔ امریکا کو اب مزید جنگوں میں شریک

ہونے سے احتراز کرنا چاہیے۔ اوباما نے کہا دنیا بہت تیزی سے انقلابات کی جانب جارہی ہے۔ ایران امریکا سے ایٹمی معاہدہ کر سکتا ہے۔ انہوں نے بار بار اس بات پر توجہ دلانے کی کوشش کی کہ افغانستان ہمارے {امریکیوں کے} لیے بری جگہ ہے۔۔۔ افغانستان اچھی جگہ نہیں۔۔۔ یہ امریکا کی ذمہ داری نہیں کہ افغانستان میں امن قائم کرے!!

مبصرین کے مطابق: امریکی فوجیوں میں پھیلی مایوسی اور ان کے خلاف جاری مضبوط مزاحمت نے امریکیوں کے حوصلوں پر انتہائی منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہاں تک کہ صدر سمیت سب اس کا شکار ہیں۔ وہ کیوں بار بار یہ کہہ رہے ہیں: افغانستان... بری جگہ ہے... افغانستان... اچھی جگہ نہیں... !افغانستان میں امن کا قیام ان کی ذمہ داری نہیں۔ اس کا مطلب ہے اب وہ جنگ سے تنگ آچکے ہیں۔ اور یہ پہلی بار ہوا ہے کہ امریکی صدر اتنی بیزاری سے افغانستان کا ذکر کر رہے ہیں... لگتا ہے جنگ کی تلخی اب وہائٹ ہاوس کے حلق تک پہنچ چکی ہے۔ یہاں گذشتہ تیرہ سالوں میں ہزاروں امریکی فوجیوں کی ہلاکت اور معذوری، ٹریلینوں ڈالر کی تقسیم... اور پھر جنگ میں شکست... یہ وہ حقائق ہیں کہ جس نے اوباما کے حوصلے پر منفی اثرات مرتب کر دیے ہیں۔ آخر کب تک یہ لوگ لڑتے رہیں گے؟ کب تک اپنے ملک کے کروڑوں ڈالر افغانستان بھیجتے رہیں گے۔

دوسری طرف امریکی سیاست دانوں نے یہ بات جان لی ہے کہ اگر امریکا یہاں ایک صدی تک بھی لڑتا رہے پھر بھی وہ ہارے گا ہی۔ اور ایک دن انہیں انخلاء کرنا پڑے گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ابھی ہی سے جنگ کو دوام دیے رکھنے کی بجائے انخلاء پر غور کیا جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ اوباما نے وہائٹ ہاوس اور پینٹاگون کے دماغ بھی ٹھنڈے کر دیے ہوں گے۔ انہیں قائل کرنے کے بعد ہی انہوں نے انخلاء کی تاریخ متعین کرنے کا اعلان کیا۔ جس کی رو سے 2014 کے آخر تک تمام امریکی فوجی افغانستان سے نکل جائیں گے۔ صرف دس ہزار کے قریب فوجی 2016 تک یہاں رہیں گے وہ بھی اسی سال کے آخر تک نکل جائیں گے۔

امارت اسلامیہ افغانستان جو امریکا کے خلاف جاری جنگ میں افغان عوام کی جانب سے مزاحمت کی قیادت کر رہی ہے۔ اپنے رد عمل میں امریکا کی مکمل شکست کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امارت اسلامیہ نے کہا کہ انخلاء کی تاریخ کا تعین شکست کا اعتراف ہے۔ اوباما کے بگرام ائیر بیس کے خفیہ دورے کے متعلق امارت اسلامیہ نے میڈیا میں جاری کیے گئے اپنے پیغام میں کہا کہ: اوباما کی جانب سے افواج کے انخلاء کی تاریخ کا تعین اگرچہ ایک خوشخبری ہے کہ امریکا بلاکسی کامیابی کے اس بات پر مجبور ہو رہا ہے کہ افغانستان سے انخلاء کے لیے تاریخ کا تعین کر دے۔ مگر امریکا کو ان وحشتوں اور مظالم پر معافی مانگنی چاہیے جو انہوں نے گذشتہ تیرہ سالوں میں افغانوں پر ڈھائے ہیں۔ امریکا اب مزید افغانوں کو دھوکہ دینے سے احتراز برتے اور ماضی کی غلطیاں پھر نہ دہرائے۔ رد عمل میں امارت اسلامیہ نے اپنا پرانا موقف ایک بار پھر دہرایا کہ جب تک افغانستان سے تمام بیرونی افواج کا مکمل انخلاء نہ ہوا ہو ان کی مزاحمت جاری رہے گی۔ امارت اسلامیہ نے اپنے بیان میں 2016 تک 10 ہزار امریکی فوجیوں کی مذمت کی ہے۔ اس اقدام کو جنگ کی طوالت کا بہانہ اور حریت پسند افغان عوام کے لیے ایک مشکل مسئلہ قرار دیا ہے۔ اور امریکا کو انتباہ کیا ہے کہ جو کام وہ دو سال بعد کرنا چاہتا ہے وہ ابھی ہی سے کرلے۔ اور جلد از جلد اپنی فوج واپس بلالے۔ کسی افغان کے لیے بھی اپنی سرزمین پر غیروں کی موجودگی قابل برداشت نہیں۔

اوباما کا یہ کہنا کہ افغانستان اچھی جگہ نہیں... بری جگہ ہے... جی ہاں افغانستان جارحیت پسندوں کے لیے بری جگہ ہے۔ جارحیت پسندوں کا قبرستان اور غیروں کے لیے دوزخ ہے... افغان غیروں کو بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ اپنے سینے پر غیروں کے ناپاک قدم برداشت نہیں کرتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہاں بڑے بڑے لشکر آکر فنا کی گھاٹ اتر گئے۔ چنگیز، انگریز اور روسی شکست کھا گئے۔ امریکا کو بھی بہت سوں نے سمجھایا کہ اس سرزمین پر جارحیت کی حماقت نہ کرے مگر امریکا اپنی طاقت کے نشے میں اتنا مست تھا کہ کسی کی بھی نہیں سن رہا تھا۔ اب جب ان کی فوج محاصرے میں ہے تو اوباما کو یاد آیا ہے کہ افغانستان بری جگہ ہے... افغانستان میں امن کا قیام امریکا کی ذمہ داری نہیں... تم نے کل کیوں یہ نہیں سوچا تھا کہ افغانستان تمہارا نہیں افغانوں کا ہے... یہاں امن کا قیام بھی افغانوں ہی کی ذمہ داری ہے... خوب سمجھ لو! تاریخ خود کو دہرا رہی ہے... عالمی قوتیں بہت جلد جان لیں گی افغانستان میں خارجی جارحیت پسندوں کا داخلہ آسان ہے مگر فتح حاصل کرنا مشکل ہے۔ یہاں یونانیوں، چنگیزیوں اور ایرانیوں کی کھوپڑیاں خاک میں مل گئیں۔ انگریزوں اور روسیوں کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں۔ اب دیکھ لو امریکا کا بھی سارا غرور پیوند خاک ہونے کو ہے، اس کا فرعونی تکبر ملیامیٹ ہو رہا ہے۔

اجنبی

عبد القادر سیف

وہ جب اس دنیا میں آیا تب ہی اکثریت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک نو آمدہ سے الفت و محبت سے پیش آنا تو درکنار اس سے نفرت اور وحشت کا شدید اظہار کیا گیا۔ نا صرف یہ کہ ایک بڑی تعداد نے اسے کوئی مناسب حیثیت دینے سے انکار کیا بلکہ جو لوگ اسے حیثیت دینا چاہتے ان کے ساتھ بھی انتہائی ناروا سلوک برتا جاتا۔

لیکن جب کسی نو آمدہ کی زندگی اور ترقی کا فیصلہ قدرت نے کر رکھا ہو تو لوگوں کے چاہنے نہ چاہنے سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ یہی صورتحال اس نو آمدہ کی بھی تھی کہ قدرت نے اس کو شان و شوکت اور رفعت و سربلندی عطا کرنے کا ازل سے فیصلہ فرما رکھا تھا پس لوگوں کی شدید نفرت کے باوجود وہ ترقی کرتا چلا گیا یہاں تک کہ ہر کچے پکے گھر میں اس کی بازگشت سنی جانے لگی۔ نفرت کرنے والے بھی یا تو اس کے ہی حلقے میں داخل ہونے کو سعادت سمجھنے لگے یا پھر اپنی موت آپ مر گئے۔ اور آخر کار اس کی ہیبت ساری دنیا پر طاری ہو گئی۔

جی ہاں یہ اجنبی اسلام کی کہانی ہے، یہ اس اجنبی دین کی کہانی ہے جس کی تعلیمات لوگوں کے لئے انتہائی اجنبی تھیں، لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے لئے انتہائی قابل نفرت۔ یہ لوگ جب کسی کو اسلام کے قریب ہوتے دیکھتے تو اس پر جھپٹ پڑتے، ہر ممکن کوشش کر ڈالی کہ نو آمدہ اسلام کسی طرح ختم ہو جائے لیکن ایسا نہ ہونا تھا نہ ہو سکا۔ اور اسلام ہر گزرتے دن کے ساتھ ترقیوں کی منازل طے کرتا ہوا انتہائی سربلند و سرفراز ہو گیا۔ اور اس کے مخالفین کے لئے کھلے بندوں اس کا مقابلہ کرنا ممکن نہ رہا۔ یہ (یریدون لیطفئوا نور الله والله متم نوره ولو كره الكافرون) کا عملی مظہر بن گیا۔

لیکن وہ عظیم شخصیت جسے اسلام جیسا عظیم دین دے کر بھیجا گیا تھا اس کی طرف سے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ ایک وقت آئے گا یہ اسلام ایک مرتبہ پھر لوگوں کے لئے اجنبی بن جائے گا اور اس پر عمل کرنے والوں اور اس کی تعظیم کرنے والوں کے ساتھ ایک بار پھر وہی سلوک کیا جائے گا جو اس کے سفر کی ابتداء میں کیا گیا۔ لیکن وہ لوگ جو اس اجنبیت کو اپنی شناخت بنانے پر راضی رہیں گے وہ بڑی خوشخبری کے مستحق ہونگے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدأ الإسلام غريبا، وسيعود كما بدأ غريبا، فطوبى للغرباء۔ (صحیح مسلم، باب بیان أن الاسلام بدأ غریبا) اسلام اجنبی شروع ہوا تھا اور پھر ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اجنبی شروع ہوا تھا، پس اجنبیوں کے لئے خوشخبری ہو۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے احکامات کی تنفیذ کے لئے جو لوگ علمبردار ہیں وہ ساری دنیا میں تضحیک کا نشانہ بنائے جاتے ہیں، انہیں دقیانوسیت کے طعنے دیے جاتے ہیں، انہیں رجعت پسند کہا جاتا ہے، انہیں قدامت پسندی کے الزامات لگائے جاتے ہیں، ان پر انتہاپسندی کی پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔ یہ سب کیوں ہے؟ کیوں کہ آج اسلام پھر اجنبی بن گیا ہے۔ آج اسلام کی شان و شوکت کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے اجنبی بن گئے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء میں یہ کام محض کھلم کھلا دشمنی اختیار کرنے والے لوگ کیا کرتے تھے اور اب خود اسلام کے نام لیوا بھی یہ کام کرنے لگے ہیں۔

آخر اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے؟ اس تبدیلی کی وجہ وہ فکری درماندگی ہے جس نے آج امت مسلمہ کے ایک بڑے طبقے کو شکار کر رکھا ہے۔ یہ طبقہ اس فکری جنگ کا شکست خوردہ طبقہ ہے جس جنگ نے بڑے بڑے نام نہاد دانشوروں کو مغربی چکا چوند کا ایسا دیوانہ بنا دیا ہے کہ انہیں وہی حق لگتا ہے جسے مغرب حق کہے اور وہ باطل جسے مغرب باطل قرار دے۔ حالانکہ اہل ایمان کے لئے تو یہ دعا حرزِ جان بنانے کے قابل ہے کہ "اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه" "اے اللہ ہمیں حق، حق ہی دکھلائیے اور اس کے پیچھے چلنے کی توفیق دیجیے۔ اور باطل، باطل دکھلائیے اور اس سے بچنے کی توفیق دیجیے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالی کے بتلائے ہوئے حق اور باطل کو سمجھنا چاہیے۔

آج پوری دنیا میں اسلام کے احیاء کے لئے کام کرنے والی تحریکات کو مغرب اس عنوان سے بدنام کرتا ہے کہ یہ سب دہشت گرد اور انتہاپسندانہ نظریات کی حامل ہیں اور ہمارا شکست خوردہ طبقہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اس کے فرمودات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دن رات محنت کرتا رہتا ہے۔ کیا یہ طرز عمل ٹھیک ہے؟ مغرب تو یہ کام اس لئے کر رہا ہے کہ اس کے مقابلے میں کھڑے ہونے والی یہ تحریکات اس کے نظریات اور اس کے مفادات کی دشمن ہیں اور لوگ اپنے دشمنوں کو بدنام کیا ہی کرتے ہیں، لیکن اسلام کے نام لیوا تو اس گھناؤنی حرکت سے باز آجائیں۔

مولوی عبداللہ

قانون سازی کا معاملہ!

ریاست وسیاست کے تین شعبوں: مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ میں بنیادی اہمیت مقننہ کو حاصل ہے۔ کیوں کہ انتظامی اصلاحات اور عدالتی انصاف کا پہلا مرحلہ متوازن قانون سازی ہی ہے۔ قانون کی اصل غرض و غایت معاشرے میں امن و امان کا قیام اور ہر شخص کے ہر جائز حق کی حفاظت و نگہداشت ہے۔ پہلے حصے کا زیادہ تعلق ضابطۂ فوجداری سے ہے، جب کہ دوسرے کا ربط ضابطۂ دیوانی سے ہے۔ اسے عدلیہ اور انتظامیہ کے دو شعبوں پر بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ہر وہ قانون، جو تخلیقِ انسانیت کے مقصد اور بہترین معاشرے کے قیام کی غرض کو پورا کرے گا اور جس قدر زیادہ اچھی صورت میں پورا کرے گا، وہ قانون اسی قدر قابلِ اعتماد، زیادہ قابلِ تعریف، زیادہ مقبول اور زیادہ مفید ہو گا۔ نتیجۃً اس قانون کو پیش کرنے والا بھی اسی قدر زیادہ محسنِ انسانیت اور زیادہ سے زیادہ تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرے گا۔ یہاں قانون سازی کے حوالے سے دو رائے ہیں۔ پہلی یہ کہ ایسا قانون انسان بنائے، کیوں کہ اس کے پاس بہترین خیالات کے سرچشمہ کے طور پر عقل موجود ہے۔ جب کہ دوسری رائے یہ ہے کہ ایسا قانون صرف اللہ ہی بناسکتا ہے، کیوں کہ یہ دنیا اور اس میں بسنے والی تمام مخلوقات کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ وہی ان کی ضروریات کو جانتا ہے۔ لہذا قانون بھی اسی کا ہونا چاہیے۔ ''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ''۔

لیکن اسلام پسند آدمی نفاذِ شریعت کا مطالبہ اور خلافتِ اسلامیہ کے قیام کی آواز کیوں بلند کرتے ہیں؟ وہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمیں خالقِ کائنات کا بنایا ہوا قانون چاہیے۔ ہم اس سے کم کسی بات پر راضی نہیں ہوں گے۔ ہم ایسے قانون کے خواہاں ہیں، جس کی کسی بھی شق کی تخلیق میں مخلوق کے کسی فرد کا دخل نہ ہو۔ ان کا ایک مطالبہ یہ کیوں ہوتا ہے کہ ہمیں دنیا کے سیاسی حکمرانوں کے انسانی تراشیدہ 'قانونی پھلجھڑیاں' نہیں چاہییں، جنہوں نے عوام کی فطری آزادی کا باغ جلا کر خاکستر کر رکھا ہے۔ وہ ہمیں اپنی غلامی کا طوق پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ کا قانون اپنے اندر ایسی تحریک لیے موجود ہے، جو عوام کو اپنے ہم جنس بندوں کی غلامی سے نجات دے کر اس خدا کا بندہ بناتا ہے، جس کی بندگی اور غلامی سے کسی کو عار نہیں ہے۔ بلاشبہ ان کا یہ مطالبہ برحق ہے۔ قرآن کے الفاظ پر غور کریں: مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ (۹، آل عمران)

اس مقدس دعوت میں یہ نفسیاتی تحریک بنیادی حیثیت سے شامل ہے کہ وہ انسان، جو اپنے ہم جنسوں کی غلامی میں زندگی بسر کرنا قطعاً پسند نہیں کرتا، اسے خدا کے ترتیب دیے ہوئے ایک ایسے قانون کی سرپرستی کا آرام دہ سایہ نصیب ہو گیا ہے، جو بے نیاز اور غنی و بے پرواہونے کے ساتھ ساتھ مخلوق کے تمام اعمال کا جائزہ لیے جانے والے کا بتایا ہوا ہے۔ جس میں کسی کی طرف داری کا شائبہ تک نہیں ہے۔ قانون بنانے والے سے اپنی رعایا کی زندگی کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کا کوئی تقاضا نظر سے اوجھل نہیں اور نہ ہی کسی تقاضے کا پورا کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔ پارلیمنٹ، انسانی دساتیر اور جمہوری آئین میں ایسی کیا بات ہے، جو اہل اسلام کے لیے تکلیف کا باعث ہے؟ اس میں وہ کیا پریشانی ہے، جو انہیں کسی پل چین نہیں لینے دیتی؟ ہم اس بنیادی نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ کسی بھی مقنن کے لیے، جو قانون سازی کے عمل سے وابستہ ہو... قانون سازی کی چار بے حد بنیادی صفاتِ اہلیت سے متصف ہونا ضروری اور شرط ہے۔

نمبر 1... قانون ساز جس قوم کے لیے قانون بنارہا ہے، اسے اس قوم کا علم محیط ہونا از حد ضروری اور ناگزیر ہے۔ وہ اس قوم کے تمام حالات سے باخبر ہو۔ وہ قوم ابھی یا مستقبل میں جن حالات سے گزرے گی، ان کا مکمل ادراک

ہو۔ اس کی بنیادی ضروریات، ان کے رسم و رواج اور ان کے رہن سہن کے تمام طور طریقوں سے آگاہ ہو۔ اس قوم کے کتنے افراد میدانی علاقوں کے رہنے والے ہیں اور کتنے پہاڑی علاقوں کے رہائشی ہیں؟ ان کا مذہب اور دین کیا ہے؟ ان کے تصورات، نظریات اور عقائد کیا ہیں؟ وہ جس نظامِ زندگی کے ڈھانچے میں گزر بسر کر رہے ہیں، اس کی بنیاد پر وہ کیا قانون ہو سکتا ہے، جو ان کے طرزِ حیات کے خاکے میں رنگ بھر سکتا ہے؟

..... ہم اس شرط کے تحت اس بات کا جائزہ لیں گے... آیا مغربی جمہوری تحریک کے نتیجے میں اسلامی ممالک میں وجود میں آنے والی پارلیمنٹس اور وہاں بیٹھنے والے قانون ساز افراد اس شرط پر پورا اترتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کا مختصر، مگر پُر اثر جائزہ یہی ہے کہ اسلامی ممالک کے اکثر سربراہان اپنی دنیاوی تعلیم مغربی یونی ورسٹیز سے حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہوں نے 'الف' سے 'ے' تک کی مکمل تعلیم سیکولر، بے دین، یورپی تہذیب و تمدن، اور ناکارہ عقلوں کی تہہ میں پنپنے والے سسٹم میں حاصل کی ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر ارکانِ اسمبلی کا قصہ یہ ہے انہوں نے آنکھ بھی وہاں ہی کھولی ہوتی ہے۔ اور کافی سارے قانون دانوں نے اُن مشکلات کا سُنا تک نہیں ہوتا... اس کی قوم جن مصائب کا شکار ہوتی ہے۔ وہ اپنے ملک کے دین، ثقافت، اخلاقی اقدار، اقتصادی، تاریخی، طبعی اور سیاسی حالات سے یکسر نابلد، ناواقف اور اتنے اجنبی ہوتے ہیں کہ زندگی کے تمام شعبوں میں وہ اپنی قوم سے ازحد مختلف ہوتے ہیں۔ ان کو اس قوم کے دین و مذہب، طور طریقوں اور حالات و نظریات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا ہے۔

اس زمینی حقائق سے جڑے ہوئے جواب اور مذکور بالا شرط کی روشنی میں جمہوری قانون دانوں... خاص کر اسلامی ممالک کے قانونی کرتا دھرتا افراد کے غول کو دیکھا جائے، تو اس کا درست تجزیہ کرنے کے لیے کوئی بہت بڑا دانش وَر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ایک عام آدمی بھی یہ فیصلہ کرنے کے لیے سوچوں کی وادی میں گم نہیں ہو گا کہ "یقیناً ایسے حضرات کو قانون بنانے کی قطعاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ بلاشبہ یہ لوگ اس کام کے لیے یکسر ناموزوں ہیں۔ انہیں قانون سازی کی اجازت دینا... کسی بھی قوم کے مستقبل کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کھلی چھوٹ دینے کے مترادف ہو گا۔" جب اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کے لیے قانون بنا کر دیا ہے، تو اس کی یہ صفت مدِ نظر رہنی چاہیے: ''اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ، وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ''۔ بھلا جس نے پیدا کیا، وہی نہ جانے؟ جب کہ وہ بہت باریک بین ہے۔ اللہ نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہی جانتا ہے اس کے ساتھ ماں کے پیٹ میں کیا گزرتی ہے؟ وہی جانتا ہے اس نے دنیا میں آکر کیا کرنا ہے؟ وہی جانتا ہے اس کے حالات کیا ہوں گے؟ وہی جانتا ہے اس کی موت کب واقع ہو گی؟ وہی جانتا ہے مرنے کے بعد اس کے ساتھ کیا ہو گا؟ ''وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ''۔ وہی ہر چیز کا علم محیط رکھتا ہے۔

نمبر2... وہ قانون ساز جس قوم کے لیے قانون بنا رہا ہے، اس قوم کے لیے اس کے دل میں رحم و شفقت اور بردباری کا جذبہ... بہ درجۂ اتم پایا جاتا ہو۔ اس کی ہر لمحہ کی بھلائی اور اچھائی اس کی مطلوب ہو۔

..... ہم اس شرط کے تحت اس بات کا جائزہ لیتے ہیں... آیا مغربی جمہوری تحریک کے نتیجے میں اسلامی ممالک میں وجود میں آنے والی پارلیمنٹس اور وہاں بیٹھنے والے قانون ساز افراد اور عدالتیں اس شرط پر پورا اترتی ہیں یا نہیں؟ حقیقت یہ ہے مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد اُن تمام ممالک، جو برطانوی سامراج کی کالونیاں رہ چکے ہیں... ان کا عدالتی نظام وہی ہے، جو سو سال قبل انگریز نافذ کر کے گیا تھا۔ اس بدیسی قانون ساز کو مسلمانوں سے کیا اور کتنی ہمدردی تھی... اس کی وضاحت جاننے کے لیے نپولین کا ایک مشہور مقولہ جان لینا ہی کافی ہے۔ اس نے کہا: "انگریز دوکان داروں کی قوم ہے۔" اور ایک گھٹیا ذہنیت والا دوکان دار اپنے گاہک سے جو رویہ رکھتا ہے، انگریز حاکم نے اس سے بھی بُرا طرزِ معاملہ اختیار کیا ہوا تھا۔ 'صاحبِ معیشت الہند' نے انگریز کی رحم دلی کا نقشہ کھینچتے ہوئے تحریر کیا ہے: "17ویں صدی عیسوی میں انگریز صناعوں اور دست کاروں پر جو وقت گزرا ہے، اس سے کہیں زیادہ مصیبت 18 صدی عیسوی میں انگریزی 'کرم' کی وجہ سے ہندوستانی صناعوں اور اور دست کاروں پر پڑی ہے۔ اوّل انگریز کی برپا کردہ خانہ جنگیوں کی وجہ سے ملک تباہ ہو کر رہ گیا۔ دوسرے صنعت و حرفت کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا۔ ہندوستانی لوگوں پر مصیبتوں کی کالی گھٹائیں پوری شدت کے ساتھ چل رہی تھیں۔ ہندوستان کی 18ویں صدی عیسوی بڑی خوف ناک گزری ہے۔"

ہندوستان کی بربادی کا ایک اہم سبب انگریز کا لایا ہوا قانون تھا۔ عدالتوں، قانونی مشیروں اور حصولِ انصاف کے ادنی ذرائع سے لے کر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ تک کا نظام انتہائی صبر آزما، وقت طلب اور مہنگا تھا۔ عام طور پر مہینوں اور سالوں کا انتظام، دور دراز کا سفر، دوڑ دھوپ کی تکالیف اور سرمایہ و

دولت کی بربادی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جب کہ انگریزوں سے پہلے یہ سب قوانین، عدل و انصاف اور ان کی عملی کاروائیاں نہایت سادہ اور بے خرچ تھیں۔ اِن میں فریقین کو دور دراز کے سفر کی زحمت اٹھانا پڑتی اور نہ مہینوں اور سالوں کی دوڑ دھوپ کے ساتھ محنت و سرمایہ کی تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ انگلستان کے مشہور مقرر ’ایڈمنڈ برک‘ نے برطانوی پارلیمنٹ میں خوب واضح الفاظ میں کہا تھا: ” مشرقی ممالک کی حکومتیں خود مختار ہونا نہیں جانتیں۔ ایشیاء کا بڑا حصہ مسلمان حکمرانوں کے ماتحت ہے اور اسلامی حکومت کے معنی ہی ’قانونی حکومت‘ کے ہیں۔ عیسائی بادشاہوں کے مقابلے میں مسلمانوں کا قانون بہ درجہا زیادہ مضبوط ہے۔ ان کا اپنے قانون کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ: ’اقتدارِ اعلیٰ صرف خدا کے پاس ہے۔ رعایا اور بادشاہ... سب قانون کے پابند ہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کی ایک آیت بھی اس مضمون کی دکھا دے کہ ’ اس کی رُو سے کسی کو بھی خود مختارانہ اختیارات حاصل ہیں، تو میں تسلیم کروں گا کہ مَیں نے قرآن اور ایشیاء کے حالات کا بے کار مطالعہ کیا ہے۔ قرآن کا ہر ہر حرف ظالموں کے خلاف گرج رہا ہے۔ اس قانون کی تشریح کرنے والا علماء اور قاضیوں کا طبقہ ہے، جو اس کا محافظ قرار دیا گیا ہے۔ یہ طبقہ بادشاہ کی ناراضگی سے محفوظ ہے اور اسے بادشاہ بھی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔“ مسلمانوں کا تعلیمی دشمن ’لارڈ میکالے‘ انگریزی ظلم کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے: ” انگریزوں نے جو عدالتیں قائم کیں... ان کے ججوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا، جو ان کروڑوں انسانوں کے رسم و رواج سے واقفیت رکھتا ہو، جن کے مقدر کا فیصلہ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھا کرتے تھے۔ مقدمات کی مثلیں... اس رسم الخط میں لکھی جاتی تھیں، جس سے مقامی باشندے سراسر ناآشنا تھے۔ فیصلے اس زبان میں لکھے جاتے، جو ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ عدالتوں کے گرد ہندوستانی آبادی کے بدترین لوگ جمع ہو گئے تھے۔ جو چغل خور، جھوٹے گواہ، مقدمہ باز اور دغاباز تھے۔ انگریزی مشیرانِ قانون جس سرعت کے ساتھ ملک میں پھیلے، اس سرعت کے ساتھ تو حملہ آور بھی نہیں پھیلے تھے۔“ خلاصہ یہ کہ ان عدالتوں اور ان قوانین سے ہندوستانیوں کے اخلاق و عادات پر نہایت زہریلے اثرات مرتب ہوئے۔ ان کے اخلاق حد درجہ گرتے چلے گئے۔ ہر طرف بداعمالیوں اور بداطواریوں کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ 1823ء میں برطانوی معززین نے ایک متفقہ یادداشت میں حکومت کو مطلع کیا تھا کہ: ” حقیقت یہ ہے کہ ہم نے بدیسیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیے ہیں۔ ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ جس نے نہ صرف علمی ترقی کی ہمت افزائی کے تمام ذرائع ختم کر دیے ہیں، بلکہ حالت یہ کہ ان کے اصلی علوم گم ہو جانے اور گزرے ہوئے لوگوں کے تخلیق کردہ شاہکار بھی مٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس الزام کو دور کرنے کے لیے کچھ کیا جائے۔“ یہ وہ حالت ہے، جو مسلم ممالک کی عدالتوں میں رائج قانون کے انگریز بانیوں کی اپنی مخالف قوموں کے بارے ’رحمدلی‘ کی حقیقت کھولتی ہے۔

(ڈاکومنٹری رپورٹ)

دوسری طرف اللہ کا دیا ہوا نظامِ عدل ہے، جو ظالم کے بجائے مظلوم کو انصاف دیتا اور اس کے حق میں مداخلت پر سزا عائد کرتا ہے۔ اس نظامِ عدل کو ظالم کی اہانت سے کوئی سروکار نہیں ہے، بلکہ جرم کو واقع ہونے سے روکنے اور مظلوم کی جائز دادرسی سے مطلب ہے۔ مجرم کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، تو اسلام کا تصورِ جرم و سزا اس کے لیے آلہ سزا ہے۔ اگر مظلوم کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، تو شرعی سزائیں مظلوم... حتیٰ کہ باقی تمام معاشرے کے لیے بھی آلۂ حیات ہیں، جس کے نتیجے میں لازماً مزید جرائم کا ارتکاب ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی زاویۂ نظر قرآن نے بیان کیا ہے اور دورِ حاضر کے مشاہدات و تجربات اسی نظریے کی حقانیت کا اثبات کر رہے ہیں۔

اس کے مقابلے میں اللہ کریم کی اپنی مخلوق کے بارے رحم و کرم کی کھلی ہوئی مثالیں کائنات کی ہر کہکشاں میں سرِعام مل جاتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے: ”اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا“ وہ اپنی مخلوق پر ستر ماؤں سے زیادہ رحیم، شفیق اور محبت کرنے والا ہے۔ لہٰذا جو قانون وہ دے گا، اسی کے بارے میں کہا جا سکتا ہے... انسانیت کی بھلائی اس میں ہی ہے۔ ”لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا“۔ وہ کبھی بھی کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا ہے۔ بلکہ لطف کی بات یہ کہ اللہ خود اپنے بندوں کو تلقین دعا یوں فرماتا ہے، جس میں بندے دعا مانگتے ہوئے التجاء کرتے ہیں: ” رَبَّنَا لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِہٖ“۔ اے پروردگار!

ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا، جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، اتنا ہمارے سر پر نہ رکھنا۔ اس خدا کے رحم کے کیا کہنے... اس کا آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو تلقینِ الفت کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ، يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ''۔ تم اہلِ زمین پر رحم کرو، عرشِ بریں والا تم پر رحم کرے گا۔

نمبر3... وہ قانون ساز جس قوم کے لیے قانون بنا رہا ہے، اس پر اسے قدرتِ کاملہ حاصل ہو۔ وہ اتنا طاقت ور ہو کہ اسے قوم کی جانب سے کسی جرأت، خلاف ورزی اور دست درازی کا خوف نہ ہو۔ اسے یہ ڈر بھی نہ ہو کہ میں جس قانون کی بنیاد ڈال رہا ہوں، اسے ہر لحاظ سے کامل واکمل ہونا چاہیے تاکہ اس میں کسی بھی طرح کی ترمیم کی حاجت و ضرورت پیش نہ آجائے۔ اس میں کسی بھی نوعیت کا جھول نہیں ہونا چاہیے۔ اسے بدلنے کی آواز کبھی نہیں اُٹھنی چاہیے۔ وہ ہر زمانے کی ہر ضرورت کو پورا کرسکتا ہو اور اس میں ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی اہلیت ہو۔

.....ہم اس شرط کے تحت اس بات کا جائزہ لیتے ہیں... آباد دنیا میں جتنے بھی قانون دان ہیں، کیا وہ اتنی پاور اور طاقت کے حامل ہیں، اگر عوام یا کوئی بھی پریشر گروپ اپنے مطالبات منوانے کے لیے ان پر چڑھائی کرے، تو وہ اس کا مقابلہ اس آسانی کے ساتھ کرسکے کہ اسے ذرا بھی تھکن آئے اور نہ ہی اس کی پیشانی پر عرقِ حزن وخوف کے قطرے نمودار ہوں؟ بلکہ یہ سوال خود ایک بہت بڑا چیلنج ہے کہ آج تک جتنے بھی انسانی قوانین دنیا میں آچکے ہیں، کوئی ایک بھی ایسا ہے، جو کسی بھی وجہ سے ترمیم و تبدیلی کا شکار نہ ہوا ہو؟ آئے روز کسی نہ کسی آئین جہاں داری میں ترمیم اس وجہ سے کی جاتی ہے یا تو اس میں اس ملک کے کسی طبقے کے حقوق کی بابت کوئی قانونی شق موجود نہیں ہوتی ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اب فلاں طبقہ ایسا اٹھ کھڑا ہوا ہے، جو قانون سازوں پر یہ الزام لگا کر اپنے حق میں قانون سازی کروانا چاہتا ہے کہ یہ آئین بناتے وقت انہوں نے ہمیں اقلیت شمار کرکے ہمارے حق میں قانون نہ بنا کر ہماری حق تلفی کی ہے۔

جب کہ اس کے مقابلے میں ایک وہ ربِ کائنات ہے، جسے کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہے۔ بلکہ کسی میں یہ جرأت ہی نہیں ہے، وہ اس کی خدائی کو نگاہِ اعتراض سے دیکھ سکے۔ ''وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا'' وہ کسی انجام سے ڈرنے والا نہیں ہے۔ ''لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ''۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے، اس کا بادشاہت میں کوئی شریک نہیں ہے اور وہ کوئی ایسا کمزور رب نہیں ہے کہ اس کا کوئی مددگار ہو۔ ایک اور جگہ ہے: ''وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا''۔ اور اللہ کو اس (قومِ صالح) کے کسی بُرے انجام کا کوئی خوف نہیں ہے۔ جب انسانوں کا کوئی لشکر کسی بستی میں تباہی مچاتا ہے، تو اسے یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ کوئی اس سے انتقام نہ لے لے۔ ظاہر ہے جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرتا ہے، تو اسے کسی کے انتقام کا کیا خوف ہوسکتا ہے!؟ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ساری دنیا مل کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کوئی اس کا مددگار وشریکِ کار نہیں ہے۔ کوئی اس کی خدائی کو چیلنج نہیں کرسکتا۔ کوئی اس کے قانون پر حرفِ اعتراض نہیں اٹھا سکتا۔ ''اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا'' طاقت کا سرچشمہ صرف وہی ہے۔ جب طاقتوں کا سرچشمہ ہی وہ ہے، تو کسی طاقت کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کے سامنے چوں چرا کرسکے؟

> جب حق آتا ہے، تو باطل دُم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔ اور اب حق ہی غالب آنے والا ہے۔ کیوں کہ حق و باطل کی ازلی کش مکش کی بنیاد پر یہیں سے حصولِ انصاف کی وہ جنگ شروع ہوتی ہے... جس کا اختتام اہلِ حق کی اُس 'نوشتۂ تقدیرِ فتح' پر ہوگا، جس کا تعارفی نعرہ اِن الفاظ میں لگایا جاتا ہے: '' ہم خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ کرکے ہی دم لیں گے''۔ انشاء اللہ

نمبر4... وہ قانون ساز جس قوم کے لیے قانون بنا رہا ہے، وہ اس قوم کے کسی بھی رتبے اور کسی بھی درجے کے کسی بھی فرد کے ساتھ جانب داری کا مزاج ومذاق نہ رکھتا ہو۔

دنیا کا کوئی بھی انسان ہو، وہ جس کسی معاشرے میں پیدا ہوا ہے... وہ عربی ہوگا یا عجمی ہوگا۔ پٹھان ہوگا یا پنجابی ہوگا۔ انگریز ہوگا یا ترکی ہوگا۔ ہندی ہوگا یا ایرانی ہوگا۔ اس کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ غیر جانب دار ہے... دنیا کی اس سے فضول ترین بات ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے معاشرے، اپنی قوم اور علاقے سے غیر جانب دار بن سکے۔ بس یہ اللہ ہی

ہے، جو نہ عربی ہے نہ عجمی ہے۔ نہ ایرانی ہے اور نہ ہی تورانی ہے۔ وہ تو فقط اپنی عیال کی بھلائی چاہنے والا ایک خدا ہے۔ ''اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللہِ''۔ پوری دنیا کے انسان... چاہے وہ مسلم ہو یا کافر۔ وہ لنگڑا ہو یا صحیح۔ وہ عجمی ہو یا عربی... اسی کی مخلوق ہیں۔ اسی کے بے دام غلام ہیں۔ لیکن وہ ایک ایسا مالک اور آقا ہے، جس کا کسی کے ساتھ کوئی لین دین نہیں ہے۔ اس کی کسی کے ساتھ کوئی جانب داری نہیں ہے۔

اس تمام بحث سے یہ معلوم ہو گیا ہے یہ چاروں صفاتِ عالیہ صرف اور صرف اللہ کریم ہی ذات اقدس میں پائی جاتی ہیں۔ اسی بنیاد پر اُسی کا قانون ہی ایسا ہو سکتا ہے، جو کائنات میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی زندگی کو ایک درست راہ پر چلا سکتا ہے۔ اس کی تمام ضروریات کی نگرانی اور انہیں پورا کر سکتا ہے۔ چلتے چلتے یہاں ہمیں یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ کتاب و سنت کی بنا پر اپنے فیصلے کرنا کوئی ذوقی یا اختیاری مسئلہ نہیں ہے کہ اس میں مسلمانوں کے لیے کسی قسم کی کمپرومائز کی گنجائش موجود ہو۔ بلکہ یہ اسلام کا اپنے ماننے والوں سے اساسی مطالبہ ہے کہ وہ اپنے فیصلے صرف کتاب و سنت ہی کی روشنی میں کریں۔ قرآن کی نصف درجن آیات مسلمانوں کو اس کی تلقین اور ان کی اسلامیت کو اس سے مشروط ٹھہراتی ہیں۔ خود ساختہ قوانین کی میزان پر فیصلے کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم، فاسق اور کافر قرار دیا ہے۔ شرعی نظامِ عدل کو متعصبانہ نظر سے دیکھنا اور اسے وحشت و قدامت سے مطعون کرنا اُسی انسان کا رویہ ہو سکتا ہے، جو جذبہ اور غیرتِ ایمانی سے تہی دامن ہونے کے ساتھ علم و دین سے بھی نا آشنا ہے!! اسلام کا نظامِ عقوبات اس دور میں حقائق کی میزان پر کامیاب ہونے والا وہ مثالی نظامِ عدل ہے، جو شریعت کے جملہ اساسی مقاصد کا محافظ و نگہبان ہے۔ اس کو محض سزا کے نقطہ نظر سے دیکھنے والے تنگ نظر ہیں۔ کیوں کہ قرآن نے شرعی سزاؤں کو معاشرے کے لیے آبِ حیات قرار دیا ہے۔ دراصل شرعی نظام عدل پر یہ الزام دو باہم متخالف رویوں کی عکاسی ہے:

اوّل یہ کہ ایک طرف انسانوں کا بنایا ہوا نظامِ عدل ہے، جو مجرم اور ظالم کو انصاف فراہم کرتا ہے اور انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر مجرم کا ضامن ہے۔ اس نظام کو مظلوم کے حقوق سے کوئی سروکار نہیں ہے، جس کو ظالم نے برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ بلکہ اسے صرف مجرم کے انسانی حقوق سے غرض ہے۔ وہ اس کی سزائے موت حتیٰ کہ سنگین سزا کا بھی مخالف ہے اور وہ اسے مجرم کے اعتبار سے وحشیانہ قرار دیتا ہے، لیکن وقت نے یہ بتایا ہے کہ اس طرح کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے مہذب ترین ممالک میں جرائم کی بڑھتی شرح اس کی واضح دلیل ہے، جو ظالم سے ہمدردی اور مظلوم سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے!

دوم یہ کہ دوسری طرف اللہ کا دیا ہوا نظامِ عدل ہے، جو ظالم کے بجائے مظلوم کو انصاف دیتا اور اس کے حق میں مداخلت پر سزا عائد کرتا ہے۔ اس نظامِ عدل کو ظالم کی اہانت سے کوئی سروکار نہیں ہے، بلکہ جرم کو واقع ہونے سے روکنے اور مظلوم کی جائز داد رسی سے مطلب ہے۔ مجرم کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، تو اسلام کا تصورِ جرم و سزا اس کے لیے آلہ سزا ہے۔ اگر مظلوم کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے، تو شرعی سزائیں مظلوم... حتیٰ کہ باقی تمام معاشرے کے لیے بھی آلۂ حیات ہیں، جس کے نتیجے میں لازماً مزید جرائم کا ارتکاب ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی زاویۂ نظر قرآن نے بیان کیا ہے اور دورِ حاضر کے مشاہدات و تجربات اسی نظریے کی حقانیت کا اثبات کر رہے ہیں۔

فطری نتیجے کے طور پر یہی وہ وجہ ہے، جو ایک مسلمان کو بے چین رکھتی ہے کہ... جب پیدا کرنے سے لے کر موت تک... تمام زندگی کے حالات اللہ ہی پیدا کرنے اور ان کے موافق مدد کرنے والا ہے، تو سیکولر دماغ کی حامل یہ کون سی مخلوق ہے، جو اپنی ناقص عقل میں پیدا ہونے والے آوارہ خیالات کو قانون کا درجہ دے کر ہمیں اس کا غلام بنائے رکھنے پر تُلی بیٹھی ہے؟ ایک طرف پارلیمنٹ کا قانون ہے اور اس کی تشریح کرنے والا طبقہ، اللہ کے دشمن کفار کا غلام ہے۔ دوسری طرف اللہ کا قانون ہے اور اس کی تشریح کرنے والا اللہ کا رسول رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پہلا باطل ہے اور دوسرا حق ہے۔ جب حق آتا ہے، تو باطل دُم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔ اور اب حق ہی غالب آنے والا ہے۔ کیوں کہ حق و باطل کی ازلی کش مکش کی بنیاد پر یہیں سے حصولِ انصاف کی وہ جنگ شروع ہوتی ہے... جس کا اختتام اہلِ حق کی اُس 'نوشتۂ تقدیرِ فتح' پر ہو گا، جس کا تعارفی نعرہ اِن الفاظ میں لگایا جاتا ہے:

''ہم خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ کر کے ہی دم لیں گے''۔ انشاء اللہ

سید سعید

جنگی جرائم

{ جون 2014}

یکم جون2014ء کو افغان فورسز نے صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے علاقے عزیز قلعہ میں ایک معصوم بچہ کو شہید کر دیا۔

2جون کو امریکی اور افغان فورسز نے حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں کے تعاون سے صوبہ غزنی ضلع شلگر کے علاقے علی زئی میں مدرسہ پر چھاپہ مارا اور تین طالب علموں کو حراست میں لیکر تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد شہید کر دیا گیا۔

2جون کو قابض افواج نے صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں فائرنگ کر کے چار شہریوں کو شہید اور 2کو زخمی کر دیا۔

4جون کو صوبہ زابل کے ضلع شاجوی کے بازار میں افغان فوج نے ایک شہری کو شہید کیا۔

5جون کو صوبہ بغلان کے ضلع بغلان کے علاقے ذکر خیل میں افغان سیکورٹی اہلکاروں نے فائرنگ کر کے ایک شخص کو شہید اور دو بچوں کو زخمی کر دیا۔

5جون کو صوبہ پکتیکا ضلع یوسف خیل کے علاقے خربین میں اتحادی افواج کے فضائی حملے میں ایک شخص شہید ہوا۔

8جون کو قابض افواج نے ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے وزیر میں رات کے وقت چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی اور دو افراد کو حراست میں لیا اور مکینوں کو مالی نقصان پہنچایا۔

12جون کو افغان اہلکاروں نے صوبہ کاپیسا کے مرکزی علاقے نو آباد میں چھاپہ مارا، گھر گھر کی تلاشی لی، سات افراد کو حراست میں لیا اور شہریوں کو مالی نقصان پہنچایا۔

13جون کو صوبہ زابل ضلع سیوری کے علاقے عمرزی میں افغان اہلکاروں نے فائرنگ کر کے ایک شخص اور ایک بچہ کو زخمی کیا۔

13جون کو صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے علاقے گنج آباد میں افغان سیکورٹی فورسز نے فائرنگ کر کے ستر سالہ بزرگ شخص شہنواز کو شہید کیا۔

14جون کو صوبہ فراہ ضلع پشتکوہ کے مضافات میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے اس کے بعد دو افراد محمد رسول اور مولوی شمس الدین کو شہید کیا جب ان کے کمانڈر بہادر مارا گیا۔

14جون کو صوبہ ہلمند ضلع مارجہ کے علاقے ترخہ ناور میں افغان اہلکاروں نے دو افراد کو گولی مار کر شہید کر دیا۔

15جون کو صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک کے شیوان اور گنج آباد میں افغان فورسز کے راکٹ حملے میں ایک خواتین سمیت تین افراد شہید جبکہ ایک زخمی ہوا اس کے علاوہ گھروں کو بھی نقصان پہنچا۔

17جون کو صوبہ کونڑ کے ضلع ناڑی میں حکومتی حامی ملیشیا اہلکاروں نے دو افراد کو راستے میں بازار جاتے ہوئے شہید کر دیا۔

19جون کو قندہار ضلع خاکریز کے علاقے چنار اور کندیل میں قابض افواج اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران دو افراد کو حراست میں لیا، کئی افراد پر تشدد کیا گیا، گھر گھر تلاشی لینے کے دوران مکینوں کو مالی نقصان بھی پہنچایا۔

19جون کو قابض افواج نے صوبہ میدان وردگ ضلع سید آباد کے علاقے باغک گر بتیو میں چھاپہ مارا، دو افراد جن میں ایک محلے کا پیش امام تھا کو حراست میں لیا۔

20جون کو صوبہ ہلمند ضلع ناد علی کے علاقے نری ماندہ میں قابض افواج نے اپنے فوجی اڈے سے مارٹر گولہ کا حملہ کیا جو قریب ایک بستی میں جا گرا جس کے نتیجے میں چار افراد شہید اور دو زخمی ہوئے۔

23جون کو صوبہ ننگرہار ضلع غنی خیل میں جلال آباد طورخم کی شاہراہ پر مار کو بازار کے قریب افغان فورسز نے طالبان کے حملے کے بعد شہریوں کو اندھا دھند فائرنگ کی جس کے نتیجے میں 23افراد زخمی ہوئے۔

24جون کو صوبہ ہلمند ضلع گرشک کے علاقے حاجی حسن خان اکا کے گھر کے قریب اتحادی افواج کے فضائی حملے میں ایک شخص زخمی ہوا۔

25جون کو صوبہ میدان وردگ ضلع جلریز کے علاقے زیولات میں قابض افواج نے چھاپے کے دوران 5افراد کو حراست میں لیا۔

25جون کو صوبہ کونڑ ضلع ناڑی کے علاقے ازبر گل میں دو معصوم بچوں [14سالہ عزت اللہ ولد طور خان اور 13سالہ نعمت اللہ ولد گل محمد] کو سکول سے نکلنے کے دوران حکومتی حامی ملیشیا اہلکاروں نے حراست میں لیا اور پھر انہیں تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا، عینی شاہدین کے مطابق ان کی لاشوں کو انہوں نے دریا میں ڈالا جس کے چار روز بعد عزت اللہ کی لاش اسعد آباد سے برآمد ہوئی جبکہ نعمت اللہ کی لاش اب تک لاپتہ ہے۔

26جون کوصوبہ میدان وردگ ضلع نرخ کے علاقے کریمداد میں حکومتی حامی ملیشیااہلکاروں نے ایک طالب علم [شفیع اللہ]کوگاڑی سے اتار کرشہید کر دیا۔

28جون کوصوبہ میدان وردگ ضلع جلگہ کے مضافات میں قابض افواج کے فضائی حملے میں 6 شہری شہید ہوئے،وہ غزنی گئے تھے واپسی پر حملے کانشانہ بنے۔

30جون کوننگرہار ضلع غنی خیل کے علاقے سپین پل میں افغان اہلکاروں نے ایک دکاندار کو تشدد کانشانہ بناکر شہید کر دیا۔

30جون کوصوبہ بدخشان ضلع جرم کے علاقے سفچان میں قابض افواج نے قریبی بستی پر بمباری کی جس کے نتیجے میں خواتین،بچے سمیت سات افرادشہید اور چھ زخمی ہوئے،اس حملے میں بستی اجڑگئی۔

اقتباسات[بی بی سی۔ آزادی ریڈیو=افغان اسلامک خبر رساں ادارہ،پژواک،خبریال،لراوبر،نن تکی ایشیااور بینوا ویب سائٹس]

★★★

بقیہ از: نائیجیریامیں مغرب کی دسیسہ کاریاں

جس کی وجہ سے مسلمان جنوبی نائیجیریاسے شمالی نائیجیریا نقل مکانی کر رہے ہیں ۔یہ سلسلہ شایداور بھی زور پکڑے جس کے بعد شمالی نائیجیریاسے عیسائی جنوبی نائیجیریامیں جمع ہوجائیں گے جس کی وجہ سے بہت آسانی سے سوڈان کی طرح نائیجیریا کو بھی شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا کیوں کہ امریکااور مغربی ممالک یہی چاہتے ہیں۔

جنوبی نائیجیریامیں تیل کے بڑے بڑے ذخائر اور بحری راستے ہیں۔ امریکااور تمام مغربی ممالک چاہتے ہیں کہ یہاں عیسائیوں کو جمع کیا جائے اور یہاں سے مسلمانوں کے بے دخل کر دیا جائے تاکہ مستقبل قریب میں اقوام متحدہ کی چھتری تلے یہاں رائے شماری کی جائے جس کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی جانب سے یہاں مستقل ملک کی منظوری دی جائے۔ یہاں بھی مغرب طاقت کے زور پر ایک عیسائی حکومت قائم کر دی جائے گی۔ جس کے بعد یہاں کے سارے علاقے عیسائیت کے بڑے دعوتی مراکز میں بدل جائیں گے۔ جیسا کہ سوڈان میں یہی کیا گیا۔یہ ان کا منصوبہ ہے۔باقی ہوگا تو وہی جو اللہ چاہے گا۔ ہماری دعا یہی ہونی چاہیے کہ وہی ہو جائے جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی ہو۔

***

بقیہ از: افغانستان مئی2014 میں

جارحیت پسندوں کا فرار اور جنگ کے منفی اثرات:

ایک عشرے کی جنگ کے بعد جس میں دشمن کو جان ومال کے بھاری نقصانات اٹھانے پڑے اور اس کے علاوہ ہزاروں فوجی اہلکار اور عسکری شعبے کے ملازمین ذہنی اور اعصابی بیماریوں میں مبتلا ہوگئے ہیں ۔ گذشتہ سالوں کے دوران مختلف ذرائع سے ایسی درجنوں رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں جس میں واضح طور پر اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ جنگ کی وجہ سے ذہنی واعصابی بیماریاں پیدا ہوئی ہیں۔

اس سلسے میں 13 مئی بروز منگل "Combat Stress" کی جانب سے نشر ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ

افغانستان کی جنگ میں حصہ لینے والے فوجیوں میں ذہنی بیماریاں 58 فیصد بڑھ گئی ہیں۔مذکورہ رپورٹ کی بنیاد پر 2013 کے دوران کم ازکم 358 برطانوی فوجی ذہنی بیماری کے علاج کے لیے مذکورہ ادارے میں لائے گئے ہیں۔

"جنگی پریشر "نامی ایک اور ٹرسٹ نے بھی اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ "ان کے مرکز میں اب تک 660 ذہنی مریضوں کا علاج کیا گیا ہے۔"

مذکورہ اداروں کی رپورٹوں میں کہا گیا ہے کہ وہ برطانوی فوجی جو افغانستان کی جنگ میں شریک ہوئے 20 فیصد تک ذہنی واعصابی بیماریوں میں مبتلا ہوچکے ہیں۔

خارجی جارحیت پسندوں کے فرار کے حوالے سے بارک اوبامہ نے افغانستان کے ایک خفیہ دورے کے بعد جورات کو کیا گیا تھا بدھ کے روز ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ:"امریکا اب اپنے کچھ کم 10 ہزار فوجیوں کو 2016 تک افغانستان میں رکھے گا اور بقیہ فوجیوں کو رواں سال کے آخر تک افغانستان سے نکال دے گا۔

امریکی عسکری حکام نے اس اعلان کو خوش آئند قرار دیا ہے مگر امارت اسلامیہ نے ایک بار پھر اپنا موقف دہرایا ہے کہ مختصر سے مختصر عرصے کے لیے بھی خارجی جارحیت پسند دشمن ان کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا۔ اور جارحیت پسندوں کے مکمل انخلاء تک مقدس جہاد جاری رہے گا۔

اہم مجاہد رہنماوں کے تبادلے:

اور آخری اہم خبر یہ ہے کہ مئی کا آخری دن امارت اسلامیہ کے اہم رہنماوں کے تبادلے کا دن تھا۔یہ غیور رہنما جو گذشتہ ایک عشرے سے زائد عرصے سے گوانتانا مو میں امریکی وحشی جارحیت پسندوں کی جیل میں تھے بالآخر ایک تبادلے کے دوران جیل سے رہا ہوگئے ۔امریکی جارحیت پسند پہلے اس طرح کے تبادلوں سے احتراز برتتے تھے کیوں کہ ان کے مطابق امریکی قوانین میں جنگی قیدیوں کا تبادلہ سختی سے منع ہے ۔ سیاسی ماہرین نے قیدیوں کے اس تبادلے کو امریکا کے جنگی میدان میں شکست اور مجاہدین کے لیے بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔

☆☆☆

احمد فارسی

افغانستان مئی 2014 میں

نوٹ! اس تحریر میں صرف ان واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ آپ دشمن کے مالی اور جانی نقصانات کے صحیح اعداد وشمار جاننے کے لیے الامار اور دیگر خبری ویب سائٹوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

مئی کے مہینے میں ملک بھر میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے۔ مئی کے مہینے کے اہم واقعات میں بیرونی واندرونی دشمن کے بڑھتے نقصانات، مجاہدین کی قوت، ضلع یمگان کی فتح، اور اسی طرح خیبر آپریشن اور مجاہدین رہنماوں کی رہائی شامل ہیں مندرجہ بالا عنوانات کی تفصیل اور دیگر اہم موضوعات حسب ذیل ہے۔

خارجی جارحیت پسندوں کے نقصانات:

مئی کا مہینہ بھی گذشتہ مہینوں کی طرح جارحیت پسندوں کے لیے بہت بھاری اور نقصانات سے بھرپور رہا۔ اس ماہ کے دوران خارجی جارحیت پسندوں نے صرف اپنے 4 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ جو رواں سال کی سب سے کم تعداد ہے۔ یاد رہے کہ گذشتہ سالوں میں مئی کا مہینہ جارحیت پسندوں کے لیے سب سے زیادہ ہلاکت خیز رہا صرف 2011 میں مئی کے مہینے میں 56 فوجی ہلاک ہوئے۔

ان چار ہلاکتوں کے ساتھ رواں سال 2014 میں خارجی فوجیوں کے ہلاکتوں کی کل تعداد 33 تک پہنچ جاتی ہے۔ جس کے ساتھ ہلاک ہونے والے جارحیت پسندوں کی کل تعداد 3442 ہو گئی۔ خارجی فوجیوں کی ہلاکتوں کی حقیقی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

خارجی جارحیت پسندوں کے نقصانات کے سلسلے میں اہم واقعہ جمعے کے روز امریکیوں کے ایک بلند رتبہ افسر کی ہلاکت تھی۔ ایسوسی ایٹڈ پریس خبری چینل نے وزارت دفاع کے حکام کے حوالے سے بتایا۔ مذکورہ افسر ہرات میں مجاہدین کے ساتھ آمنے سامنے لڑائی میں زخمی ہو گیا تھا جس نے بعد میں ایک امریکی ہسپتال میں جان دیدی۔ میجر مارٹن افغانستان اور عراق میں خاص آپریشنز کی کمان سنبھالتا رہا۔ امریکی وزارت دفاع نے مذکورہ کمانڈر کی ہلاکت جنابِ اللہ کو امریکی فوج کے لیے بہت بڑا نقصان قرار دیا۔

جارحیت پسندوں کے مالی نقصانات:

خارجی جارحیت پسند باوجود اس کے کہ اپنے اہم اور بڑے مراکز کی جانب سمٹ رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود مجاہدین کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ مجاہدین کی کارروائیوں کے نتیجے میں انہیں بھاری نقصانات پہنچے ہیں۔ اگرچہ ان حملوں میں پہنچنے والے نقصانات کی تفصیل بہت مشکل ہے مگر یہاں آپ کی بہتر معلومات کے لیے رواں مئی کے مہینے کی اہم واقعات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے۔

3 مئی بروز ہفتہ ہلمند ضلع سنگین میں جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر مجاہدین کی جانب سے حملے کا شکار ہوا جس کے بعد اسے نیچے اتارنا پڑا۔ یہ ہیلی کاپٹر ہنگامی لینڈنگ کے بعد دیگر ہیلی کاپٹروں کی مدد سے شوراب بیس منتقل کیا گیا۔ نقصانات کے متعلق تفصیلی معلومات تاحال میسر نہ آسکیں۔

اسی طرح 29 مئی بروز جمعرات قندہار ضلع معروف میں جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر اس وقت گر کر تباہ ہوا جب مذکورہ ضلع کے سیکرٹری پولیس کو علاج کے لیے خارجی جارحیت پسندوں کے ہسپتال منتقل کیا جارہا تھا۔ اس واقعے میں سیکرٹری پولیس اور تین خارجی جارحیت پسندوں سمیت 5 افراد ہلاک ہوئے۔ اس واقعے میں دشمن نے صرف 2 افراد کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات:

بیرونی جارحیت پسندوں کے اپنے مراکز تک محدود ہو جانے سے داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات کے اعداد وشمار میں اضافہ ہو گیا ہے۔ ملک بھر میں ہونے والے مجاہدین کے کاری حملوں میں پولیس، نیشنل آرمی اور دیگر سیکیورٹی اداروں کے اہلکاروں کی ہلاکت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ دشمن کے نقصانات کے حقیقی اعداد وشمار کا ڈھونڈنا انتہائی مشکل ہے اور دشمن بھی حقیقی اعداد وشمار سے احتراز کرتا رہا ہے اس لیے یہاں ہم نے کوشش کی کہ مرکزی صوبوں کی حد تک کچھ بڑے نقصانات کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کریں۔

3 مئی بروز جمعہ قندہار ضلع معروف میں انٹیلیجنس سیکرٹری اپنے محافظوں سمیت ایک دھماکے میں ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح اسی روز کابل کے بارہویں زون میں وزارت داخلہ کا ایک مشیر ایک مقناطیس بم دھماکے میں ہلاک ہو گیا۔

7 مئی بروز ہفتہ فاریاب ضلع بلچراغ ضلعی پولیس کمانڈر ایک زوردار بم دھماکے میں ہلاک ہو گیا۔ اس کے ایک روز بعد اسی صوبے کے گرزوان میں پولیس کے دو کمانڈر اور 6 اہلکار مجاہدین کے ایک گھات حملے میں ہلاک ہو گئے۔

12 مئی بروز پیر کابل انتظامیہ کے بقول ہلمند میں ایک چیک پوسٹ پر ان کے آٹھ

افراد پر اسرار طریقے سے ہلاک ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان اہلکاروں کو پولیس کی صفوں میں گھسے ہوئے ایک مجاہد نے قتل کیا ہے۔ اس واقعہ کے دو روز بعد اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہلمند ہی کے ضلع مرجع میں پیش آیا۔ تین اہلکار ایک ہی چوکی میں قتل ہوئے۔ اسی روز صوبہ ہرات میں ایک بلند رتبہ انٹیلی جنس افسر مجاہدین کے ایک حملے میں ہلاک ہوگیا۔

13 مئی بروز منگل ضلع مارجہ میں پولیس کی صفوں میں موجود ایک مجاہد ایک کمانڈر سمیت تین اربکیوں کو قتل کرکے بحفاظت مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

14 مئی بروز بدھ کابل کے آٹھویں زون میں نیشنل آرمی کا افسر ایک مقناطیس بم دھماکے میں ہلاک ہوگیا۔

21 مئی بروز بدھ ننگرہار ضلع حصارک میں پولیس کمانڈر ایک فدائی حملے ہلاک ہوگیا۔ جب کہ ضلعی گورنر شدید زخمی ہوگیا۔ اسی روز ذرائع ابلاغ نے زابل اور لغمان میں دس اربکیوں اور ان کے ایک کمانڈر کی ہلاکت کی خبر دی۔

23 مئی بروز جمعہ صوبہ جوزجان پولیس کا ایک تفتیشی افسر ایک حملے میں ہلاک ہوگیا۔ دو روز بعد قندہار کے آٹھویں زون کا افسر ایک فدائی حملے میں ہلاک ہوگیا۔

قندہار آٹھویں زون کا افسر جس کا نام "جاجو" تھا ان وحشی ظالموں میں سے تھا جو وحشت اور بد اخلاقی میں مشہور ہیں۔ جاجو چند روز قبل قندہار میں ایک خاتون شاعرہ کے گھر پر بد اخلاقی کے لیے گیا تھا مگر کرزئی انتظامیہ نے اسے سزا کی بجائے انعام کا مستحق قرار دیا۔ 25 مئی کو مجاہدین کے ایک حملے میں اپنے کرتوتوں کی سزا میں ہلاک ہوگیا۔

29 مئی بروز جمعرات صوبہ شبرغان ضلع آقچی کا سیکیورٹی سربراہ ایک محافظ سمیت ہلاک ہوگیا۔ اس کے ایک روز بعد کٹھ پتلی انتظامیہ کے وزیر تعلیم کے محافظوں کا کمانڈر مجاہدین کے ہاتھوں گرفتاری کے بعد ہلاک ہوگیا۔

عوامی نقصانات اور تکلیفیں:

ملک کے مظلوم اور آزردہ عوام ہمیشہ حکومتی حکام اور ملازمین کی جانب سے مختلف مظالم کا شکار رہتے ہیں۔ روزانہ درجنوں مظالم کے ایسے واقعات خصوصا سیکیورٹی اداروں کے اہلکاروں کی جانب سے رونما ہوتے ہیں یہاں چند واقعات کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔

2 مئی بروز جمعہ صوبہ قندوز میں ایک پولیس اہلکار کو ایک دس سالہ بچی کے ساتھ زیادتی کے جرم میں پکڑا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ مذکورہ بچی صوبائی ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

14 مئی بروز بدھ صوبہ خوست کے شہریوں نے انتظامیہ سے شکایت کی کہ چند مسلح لوگ جو غیر سرکاری لوگ ہیں مگر حکومتی اہلکاروں کے نام پر علاقے میں لوٹ مار کرتے ہیں۔ شہریوں نے ایسے لوگوں کو حکومت کی بدنامی قرار دیتے ہوئے حکومت سے ایسے افراد کے خاتمے کا مطالبہ کیا مگر حکومت نے اس پر کوئی ایکشن لینے کی بجائے ان افراد کو حکومتی اہلکار قرار دے کر ان کے اقدامات کی تعریفات کی۔

21 مئی بروز بدھ نورستان ضلع کامدیش میں ایک سکول پر خارجی فوجیوں کی بمباری سے سکول کے 5 طلبہ شہید ہوگئے۔

31 مئی بروز ہفتہ نیشنل آرمی کے اہلکاروں نے قندوز ضلع دشت ارچی میں عام لوگوں کے گھروں کے مارٹر کے گولے گرائے ہیں جس کی وجہ سے تین بچے شہید ہوگئے۔

اسی نوع کا ایک اور واقعہ اس وقت پیش آیا جب سیکیورٹی اہلکاروں کا ایک ٹینک بارودی سرنگ کے دھماکے میں تباہ ہوگیا۔ اہلکاروں نے لوگوں کو اپنے گھروں کو گھر سے باہر نکال کر زدوکوب کیا۔ شدید مظالم کی وجہ سے 2 افراد شہید ہوگئے۔ ان وحشیوں نے قرآن کریم کے کئی نسخوں کو گھروں سے نکال کر فائرنگ کا نشانہ بنایا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

مجموعی طور پر اس ماہ کے دوران بیرونی اور داخلی فوجیوں کی جانب سے 48 بے گناہ عام افراد شہید، 26 زخمی اور 23 گرفتار کیے گئے۔

خالد بن ولید آپریشن کا خاتمہ اور خیبر آپریشن کا آغاز:

مجاہدین کے کامیاب حملوں کے سلسلے میں یکم مئی کو امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین نے دشمن کے زیر قبضہ ایک سب سے محفوظ اور مضبوط علاقے پر کارروائی کی جس کے نتیجے میں 15 فوجی ہلاک اور 12 زخمی ہوگئے۔ یہ حملہ صوبہ پنج شیر کے داخلے دروازے پر ہوا۔ دشمن کے جانی نقصانات کے علاوہ تین گاڑیاں تباہ اور وسیع پیمانے پر مالی نقصان بھی ہوا۔

8 مئی بروز اتوار امارت اسلامیہ کی جانب سے ایک اعلامیہ میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ آپریشن جس میں ہزاروں بیرونی اور داخلی فوجی ہلاک ہوگئے تھے کی تکمیل اور خیبر آپریشن کے نام سے نئے آپریشن کا آغاز کیا گیا۔

باوثوق معلومات کے مطابق خیبر آپریشن کے پہلے روز دشمن کے مراکز پر 231 بڑے اور چھوٹے حملے ہوئے۔ جس میں مشترکہ دشمن کے کئی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی طرح ان کارروائیوں میں دشمن کو بہت زیادہ مالی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔

خیبر آپریشن کے سلسلے میں 12 مئی بروز بدھ صوبہ ننگرہار کے عدلیہ کے دفتر پر گروپ فدائی حملہ کیا گیا جو کئی گھنٹے تک جاری رہا۔ ان حملوں میں کابل انتظامیہ کے 20 اہلکار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی طرح خبروں میں حملوں کے باعث دفتر کے تمام ریکارڈ کے جلنے کی خبر بھی دی گئی۔

اسی روز بگرام ائیربیس کو مجاہدین کی جانب سے میزائل حملوں کا نشانہ بنایا گیا جس میں دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا۔

خیبر آپریشن کے سلسلے میں 26 مئی بروز پیر پروان ضلع جبل السراج میں داخلی دشمنوں کے ایک مضبوط اور محفوظ مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ حملے میں دشمن کے درجنوں پولیس ہلاک اور زخمی ہوگئے۔اور رسد فراہمی کے 25 ٹینکر جلادیے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ دشمن وائرلیس سیٹلائٹ فون پر گھنٹوں سیکیورٹی ہیڈکوارٹر سے مزید نفری کا مطالبہ کرتا رہا۔

دشمن کی صفوں میں نفوذ اور مجاہدین سے ملنے کے واقعات:

دشمن کی صفوں میں گھسنے اور امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کی کوششوں سے مئی کے مہینے میں کل 199 افراد امارت اسلامیہ کی حقانیت کے ادراک کے بعد مزدور انتظامیہ سے الگ ہوکر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوگئے ہیں جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

7 مئی بروز پیر زابل کے صوبائی حکام نے 8 پولیس اہلکاروں کے فرار ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ مذکورہ 8 افراد اسلحہ اور اہم وسائل کے ساتھ اپنی چیک پوسٹوں سے فرار ہوکر مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ اسی طرح 13 مئی بروز منگل ہلمند ضلع مارجہ میں دشمن کی صفوں میں موجود ایک مجاہد ایک کمانڈر سمیت 3 اربکیوں کے قتل کے بعد بحفاظت مجاہدین سے مل گیا۔

16 مئی بروز جمعہ قندہار ضلع ارغنداب میں ایک پولیس اہلکار اپنے کمانڈر اور اس کے 2 اہل خانہ کو قتل کرکے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

ایک اور واقعہ 26 مئی بروز پیر لغمان ضلع بادیخ میں پیش آیا۔ جس میں پولیس نے 2 اہلکاروں کو ہلاک کر دیا۔ مذکورہ صوبوں کے اہلکاروں نے کہا کہ حملہ آور 4 افراد تھے جو فوجیوں کی ہلاکت کے بعد چیک پوسٹ کے اہم وسائل اور اسلحہ وغیرہ اپنے ساتھ لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ صوبہ لغمان کے گورنر کے ترجمان نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ ہوسکتا ہے یہ افراد طالبان کے لوگ ہوں جو پولیس کی صفوں میں چند دن قبل گھس آئے تھے اور حملے کے بعد اپنے ساتھیوں سے مل گئے

28 مئی بروز بدھ اروزگان ضلع خاص اروزگان میں 120 اربکی مجاہدین سے مل گئے۔ مذکورہ افراد اپنے ساتھ اسلحہ، گاڑیاں اور دیگر اہم وسائل بھی لائے تھے۔ اسی طرح ملک کے دیگر خطوں میں بھی کئی حکومتی اہلکار حقانیت کے ادراک کے بعد مجاہدین سے مل گئے۔ جس کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

فاریاب 29، اروزگان 14، زابل 2، قندہار 14، میدان وردگ 1، ہلمند 6، سرپل 11، فراہ 7، ہرات 7، پکتیکا 14، کابل 3، لوگر 2، قندوز 8، ننگرہار 63، پروان 5، پکتیا 2، سمنگان 1 اور بدخشان 9۔

یہ تعداد ان 120 اربکیوں کے علاوہ ہے جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔

ضلع یمگان کی فتح:

اگرچہ جارحیت پسند دشمن اور اس کے داخلی مزدور سیکیورٹی صورتحال پر مکمل کنٹرول کے بارے میں لاف وگزاف سے کام لیتے ہیں۔ مگر دوسری جانب مجاہدین کے قبضے اور زیر کنٹرول علاقے دن بدن وسیع ہوتے جارہے ہیں۔ مجاہدین کی فتوحات کے سلسلے میں 21 مئی بروز منگل مجاہدین انتہائی شجاعت سے ضلع یمگان کو زیر کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ مجاہدین نے ضلع یمگان کی فتح کے علاوہ 27 حکومتی اہلکاروں، کئی بلند رتبہ ملازمین جیسے نائب سیکیورٹی چیف، اربکیوں کے کمانڈر اور جیل انچارج کو زندہ گرفتار کرلیا۔ بعد ازاں ان گرفتار شدگان کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ دوبارہ کبھی بھی کابل انتظامیہ اور بیرونی جارحیت پسندوں کے ساتھ مل کر کام نہیں کریں گے۔ یاد رہے یہ ضلع تاحال مجاہدین کے قبضے میں ہے۔

اسی طرح زابل کے صوبائی حکام نے کابل میں موجود اعلی حکام کو خبردار کیا کہ اگر ان سے فوری تعاون نہیں کیا گیا تو ہوسکتا ہے ضلع نوبہار بھی مجاہدین کے ہاتھوں میں چلا جائے۔

نفرت اور بیزاری کا اظہار:

خارجی جارحیت پسند دشمن اور اس کے داخلی مزدوروں سے نفرت اور بیزاری کے اظہار کا سلسلہ پوری تیزی سے جاری ہے۔ مظلوم عوام دشمن کے ان ظالمانہ اقدامات سے عاجز آگئے ہیں۔

26 مئی بروز پیر بدخشان کے عوام نے صوبائی گورنر کے دفتر کے سامنے مظاہرہ کیا جس میں صوبائی حکام کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا۔ مظاہرین نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ "صوبائی حکام کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن ہوگئی ہے"۔

31 مئی بروز ہفتہ صوبہ لوگر کے لوگوں نے اسی طرح کے ایک اجتماع میں اربکیوں کی جانب سے ایک عام آدمی کی ہلاکت کی سخت الفاظ میں مذمت کی اور انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ اربکیوں کے خلاف عدالتی کارروائی کی جائے۔ اربکیوں نے صرف لوگر ہی نہیں پورے ملک میں عام لوگوں کو شہید کرنے، انہیں تشدد کا نشانہ بنانے اور لوٹ مار کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ مظلوم عوام ان کے طرح طرح کے مظالم سے تنگ آگئے ہیں۔ کئی بار ان کے اس غلط کردار پر ان کے خلاف مظاہرے کیے گئے ہیں مگر مزدور انتظامیہ نے ان کے خلاف اب تک کوئی بھی رد عمل نہیں دکھایا۔

بقیہ: صفحہ نمبر 40 پر ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	160	3	5	0	181	50	76	4	2	1
2-	ہلمند	267	2	32	14	584	203	95	23	37	1
3-	غزنی	93	0	9	6	140	93	20	13	5	0
4-	خوست	56	0	0	0	66	46	6	2	0	0
5-	نورستان	14	0	0	0	13	7	1	0	0	0
6-	میدان وردگ	118	0	0	0	202	140	71	2	2	0
7-	کونڑ	84	0	2	2	105	47	11	5	7	0
8-	پکتیکا	86	0	3	0	84	90	20	4	0	0
9-	زابل	189	0	3	0	181	69	54	2	5	0
10-	لوگر	91	0	7	7	117	52	19	10	7	0
11-	کاپیسا	30	0	8	0	14	14	5	0	0	0
12-	روزگان	93	0	0	0	131	58	23	5	20	0
13-	پکتیا	120	0	4	0	226	123	23	10	11	0
14-	فراہ	43	0	0	0	41	39	10	2	8	0
15-	کابل	39	0	3	0	54	19	23	0	0	0
16-	ننگرہار	174	1	5	10	166	201	425	5	16	0
17-	لغمان	23	0	0	0	36	35	0	1	0	0
18-	ہرات	60	0	0	3	52	48	33	1	5	0
19-	نیمروز	17	0	0	0	38	30	7	2	1	0
20-	بادغیس	30	0	0	0	60	83	3	7	18	0
21-	قندوز	67	0	3	0	91	75	20	3	0	0
22-	بغلان	27	0	0	0	41	50	13	3	7	0
23-	فاریاب	58	0	0	0	62	85	12	3	4	0
24-	غور	38	0	0	0	71	53	17	3	8	0
25-	پروان	58	0	0	0	63	38	23	0	0	0
26-	تخار	7	0	0	0	14	16	5	0	0	0
27-	سمنگان	7	0	0	0	38	14	6	1	2	0
28-	بدخشان	16	0	0	0	53	24	9	2	6	0
29-	بامیان	5	0	0	0	7	5	1	0	0	0
30-	بلخ	14	0	0	0	32	11	1	2	1	0
31-	سرپل	16	0	0	0	35	31	4	0	10	0
32-	دائی کنڈی	5	0	0	0	0	3	3	0	0	0
33-	جوزجان	11	0	0	0	12	27	7	0	0	0
34-	پنج شیر	3	0	0	0	3	9	1	0	0	0
مجموعہ		2119	6	84	42	3013	1888	1047	115	182	2

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- بامیان میں ایک ڈرون طیارہ 2- غزنی میں ایک ڈرون طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

کابل انتظامیہ اور جارحیت پسند نہ صرف اندرونی طور پر افغانستان کی تباہی کے ذمہ دار ہیں بلکہ استعماری معاہدوں پر دستخط کر کے انھوں نے خطے میں اور عالمی سطح پر افغانستان کی حیثیت کو غیر یقینی صورتحال سے دوچار کر کے جنگ کو طول دینے کا جواز فراہم کیا ہے۔ بایں وجہ جارحیت پسندوں اور ان کے اتحادیوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ اسٹریٹیجک (تزویراتی) معاہدے پر دستخط ان کے لیے تباہ کن ثابت ہو گا۔ وہ چاہے جتنے بھی خود ساختہ جعلی "لویہ جرگوں" سے اس پر تائیدی مہر ثبت کروائیں مگر افغانوں کے ہاں ایسے معاہدوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیوں کہ اس ملک کے حقیقی نمائندوں اور حقیقی لویہ جرگوں نے اپنی غلامی کے ایسے معاہدوں پر کبھی دستخط نہیں کیے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں انہیں اس ملک کا نمائندہ لویہ جرگہ نہیں کہا جا سکتا، اس لیے ان کے فیصلے بھی قابل قبول نہیں۔

چنانچہ اپنی دینی، قومی اور انسانی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے، افغانستان کی بقاء اس خطے اور دنیا کو امن کی ضمانت دینے، عوام کو آزادی و سرخروئی اور سیاسی استقلال بخشنے اور ان خطرناک حالات سے نجات دلانے کے لیے تمام افغانوں کو ہاتھوں میں ہاتھ دینا ہو گا۔ جارحیت کے خاتمے اور ان تمام بدبختیوں، ناگواریوں اور شرمناک حالات کے خاتمے کے لیے مشترکہ کوششیں کرنی ہوں گی، اور ایک خود مختار اسلامی افغانی نظام کے قیام کے لیے حالات سازگار بنانے ہوں گے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year July 2014

قلعے، فصیل شہر، حصار و تفنگ و تیغ

پائے ہیں وراثت میں، غلامی نہیں پائی